احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

پاکستان نمبر

بدھ 13 اگست 2003ء

روزنامہ

ٹیلیفون نمبر 213029 C.P.L 29

الفضل

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

بدھ 13 اگست 2003ء، 14 جمادی الثانی 1424 ہجری-13 ظہور 1382 ہش جلد 53-88 نمبر 182

اہل وطن کی سچی خدمت

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اس پر ایک شخص نے کہا اگر بھائی مظلوم ہو تو اس کی مدد تو ٹھیک ہے اگر وہ ظالم ہو تو پھر کیسے مدد کروں۔ فرمایا تم اس کو ظلم سے روکو یہی اس کی مدد ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ حدیث نمبر 6438)

ہر ملک کے احمدی اپنے ملک سے وفا کا اظہار کرتے ہوئے وہاں کے غلط خیالات کی اصلاح کریں

حب الوطنی اور خدمت انسانیت میں کوئی تصادم نہیں۔ دینی تعلیم عصبیت سے پاک اور عالمگیر ہے

اپنے وطن سے محبت کی فلاسفی پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا پر معارف ارشاد

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

''(۔) تعلیم کا حسن یہ ہے کہ اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ جیسا کہ خدا کی کائنات میں کوئی تضاد نہیں ہے ویسا ہی خدا کے کلام میں کوئی تضاد نہیں ہے اور تضاد کا نہ ہونا یہ تعلیم کے سچے ہونے کی ایک قطعی نشانی ہے۔ ایک طرف حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حب الوطن من الایمان وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ دوسری طرف ایسے مسائل سامنے آتے ہیں کہ ایک وطن میں دوسرے اہل وطن کے خلاف ظلم ہو رہا ہے۔ ایک مذہب دوسرے مذہب پر ظلم کر رہا ہے۔ وہاں آپس کے ان جھگڑوں کا فیصلہ کس اصول پر ہوگا۔ کیا وطن کی محبت کا یہ تقاضا ہوگا کہ ظالموں کا ساتھ دیا جائے یا اگر ظالموں کا ساتھ نہ دیا جائے اور مظلوموں کا دیا جائے تو کیا یہ بات وطن سے غداری کے مترادف ہوگی۔ یہ بڑے گھمبیر مسائل ہیں جو دنیا کے حالات پر نظر ڈالنے سے خود بخود اٹھ کر نظر کے سامنے آتے ہیں۔ (۔) جو یہ کہتا ہے وطن کی محبت تمہارے ایمان کا حصہ ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ ان مسائل سے کیسے نبٹتا ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا یہ ارشاد میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس میں ان سب مسائل کی کنجی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی سے محبت کرو اور اس کی مدد کرو۔ (۔) اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو خواہ وہ مظلوم ہو۔ اب یہ حصہ سن کر ایک دم انسان کا ضمیر جھنجھوڑا جاتا ہے اور فوراً یہ ردعمل پیدا ہوتا ہے کہ ہیں! ظالم کی مدد؟ بھائی کی مدد تو ضروری ہے۔ یہ بات تو سمجھ آ جاتی ہے لیکن بھائی ظالم بھی ہو سکتا ہے پھر کیا کریں گے۔ ہاں ظالم کی مدد کرو مگر ظالم کی مدد اس کے ظلم کے ہاتھ روک کر کرو۔ کتنی عظیم الشان تعلیم ہے جو عصبیت کی تعلیم کی بجائے اچانک عالمگیر ہوتی ہوئی نظر آ جاتی ہے۔ پہلا فقرہ سن کر لگتا تھا کہ عصبیت کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ جب اس کی تشریح سنی تو یوں لگا کہ یہ تو ایک حیرت انگیز عالمگیر تعلیم ہے۔ اس کے سوا انسانی مسائل کا حل ممکن ہی نہیں ہے۔ میں نے خدا کے فضل سے دنیا کے بہت سے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے مگر ایسا خوبصورت موتی میں نے کسی اور سمندر میں نہیں پایا۔ ایسا عظیم الشان جوہر ہے جو اپنی چمک میں ایسی تابانی رکھتا ہے کہ کل عالم کو روشن کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ اس تعلیم کو اگر دنیا میں جاری کیا جائے تو وطن کی محبت سے ٹکرائے بغیر انسان کی خدمت کی جا سکتی ہے اور ظلم کے خلاف احتجاج کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً امریکہ کا احمدی جو اس وقت میری بات کو سن رہا ہے اس سے میں یہ کہوں گا کہ اپنی وطن کی محبت و قربان نہ کرو۔ (۔) اپنے بھائیوں کے ہاتھ ظلم سے روکنے کیلئے سعی کرو۔ امریکہ جو غیر قوموں پر ظلم کر رہا ہے اور دن بدن زیادہ رعونت کا مظاہرہ کر رہا ہے اگر تم اپنے وطن سے محبت کرتے ہو تو سب سے پہلے تمہارا فرض ہے کہ تم امریکہ کے ہاتھ روکنے کی کوشش کرو۔ اگر انگلستان کسی اور ملک پر ظلم کرتا ہے تو انگلستان کے احمدیوں کا فرض ہے اور اولین فرض ہے کہ وہ اس ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے بھائیوں کو بتائیں کہ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے ملک پر ظلم کا داغ لگے اور اس طرح اس کا ہاتھ روکنے کی کوشش کریں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر باہر سے ہزار آوازیں بلند کی جائیں تو امریکہ پر ایسا اثر نہیں پڑ سکتا جیسے امریکہ سے ایک آواز بلند ہونے پر پڑ سکتا ہے......

ایک عام نصیحت کی مہم جاری کریں اور ہر ملک کے باشندے اپنے ملک سے وفا کا اظہار کرنے اور اس ملک کی آراء اور اس ملک کے خیالات کی اصلاح کی خاطر ایک مہم جاری کریں تو جماعت احمدیہ اس دور میں ایک عظیم الشان خدمت کرنے والی ہوگی۔ جو وطن کی بھی خدمت ہوگی۔ انسانیت کی بھی خدمت ہوگی۔ سچائی اور حق کی خدمت ہوگی۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کی خدمت ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے بغیر دنیا درست نہیں ہو سکتی۔''

(خطبہ جمعہ 15 جنوری 1993ء مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ 15 مئی 1993ء)

تحریک پاکستان ہر مرحلہ میں جماعت احمدیہ کی رہنمائی اور شاندار خدمات

مرزا محمود احمد اور ان کی جماعت نے اپنی توجہات تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر رکھی ہیں محمد علی جوہر کا اعتراف

مسلم لیگ کی مضبوطی کیلئے مساعی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے لئے ہمیشہ ہر ممکن اخلاقی، آئینی اور مالی ذرائع سے اعانت فرمائی۔ ارجن سنگھ صاحب عاجز ایڈیٹر اخبار "رنگین" امرتسر نے اپنی کتاب "سیر قادیان" میں لکھا:

"جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ احمدی جماعت مسلم لیگ کے طرز عمل کی حامی ہے چنانچہ ذمہ دار احمدیوں سے تبادلہ خیالات کرنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان لوگوں نے مسلم لیگ کے مقاصد کی تکمیل کی خاطر ہزار ہا روپیہ خرچ کرنے کے علاوہ اپنی تمام کوششیں مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے وقف رکھی ہوئی ہیں"۔

سائمن کمیشن پر رہنمائی

تحریک پاکستان کا ایک اہم مرحلہ سائمن کمیشن تھا۔ ہندوستان کے آئینی مسائل کے حل کے لئے برطانوی حکومت نے ایک کمیشن مقرر کیا۔ 8 نومبر 1927ء کو قائم ہونے والے اس کمیشن کا مقصد اہل ہند کے مقاصد اور مطالبات کی تحقیقات تھا تا کہ اس رپورٹ کی روشنی میں نئی اصلاحات نافذ کی جاسکیں۔ کمیشن کے ساتوں ممبر انگریز تھے جو ہندوستانی مسائل کے بارے میں ہمدردانہ نکتہ نظر نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور مسائل کی روح اور اس کے پس منظر کو نہیں جان سکتے تھے۔ اس لئے کانگریس اور مسلم لیگ نے اس کمیشن کا بائیکاٹ کر دیا۔ حضرت مصلح موعود نے حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ایک کتابچہ "مسلمانان ہند کے امتحان کا وقت" شائع فرما کر مسلمانان ہند کی راہنمائی کے لئے تجاویز پیش کیں۔

نہرو رپورٹ کے خلاف جدوجہد

نہرو رپورٹ نے ملک میں وحدانی طرز حکومت کی تائید کر کے مسلمانوں کو مستقل طور پر ہندوؤں کا غلام بنانے کی سازش کی تھی جسے ناکام بنانے کا سہرا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے سر ہے۔ جنہوں نے 1928ء میں "مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ" کے نام سے ایک باطل شکن کتاب لکھی اور مسلمانوں کے مطالبات کا ناقابل تردید دلائل کے ساتھ معقول ہونا ثابت کیا۔

اس زمانہ میں مولانا محمد علی صاحب جوہر نے اپنے اخبار ہمدرد 26 ستمبر 1927ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور آپ کی جماعت کی دینی خدمات پر زبردست خراج تحسین ادا کیا۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

"ناشکر گزاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کیلئے وقف کر دی ہیں۔

(ہمدرد دہلی 26 ستمبر 1927ء)

گول میز کانفرنس میں مسلم اقلیت کے حقوق کی آواز

نومبر 1930ء میں پہلی گول میز کانفرنس لندن میں شروع ہوئی اس کانفرنس میں مسلم اقلیت کے حقوق کی موثر ترجمانی کا حق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی نے "ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلے کا حل" جیسی معرکۃ الآراء کتاب لکھ کر ادا کیا۔ جس پر علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال، ڈاکٹر ضیاء الدین علی گڑھ اور سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون جیسے چوٹی کے مسلمان لیڈروں نے نہایت عمدہ پیرایہ میں تبصرے کئے اخبار "ہمت" لکھنؤ نے 5 دسمبر 1930ء کے پرچے میں یہاں تک لکھا کہ:

"ہمارے خیال میں اس قدر ضخیم کتاب کا اتنی قلیل مدت میں اردو میں لکھا جانا، انگریزی میں ترجمہ ہو کر طبع ہونا، اغلاط کی درستی، حروف کی صحت اور اس سے متعلقہ سینکڑوں دقتوں کے باوجود تکمیل پانا اور فضائی ڈاک پر لندن روانہ کیا جانا اس کا بین ثبوت ہے کہ .... میں بھی ایک ایسی جماعت ہے جو کہ اپنے نکتہ نظر کے مطابق اپنے فرائض سمجھ کر وقت پر انجام دیتی ہے اور نہایت مستعدی اور تندہی کے ساتھ"

قائداعظم کی لندن سے واپسی کیلئے تحریک

1933ء میں قائداعظم محمد علی جناح مایوس ہو کر انگلستان چلے گئے۔ ایسے وقت میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی نے اس معاملہ کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے لندن مشن کے امام مولانا عبدالرحیم صاحب درد کے ذریعہ قائداعظم کو واپس ہندوستان آکر مسلمانوں کی سیاسی قیادت سنبھالنے کی تحریک فرمائی۔ یہ کوشش کامیاب ہوئی، اس کا اعلان قائداعظم نے جماعت احمدیہ کے مرکز بیت الفضل لندن میں خطاب کرتے ہوئے ان الفاظ میں فرمایا:

"امام (بیت لندن) کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ بچنے کے لئے نہ چھوڑی"

(Madras Mail 7th April 1933)

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے ممتاز مورخ جناب محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

"مسٹر لیاقت علی خان اور مولانا عبدالرحیم درد ہی تھے جنہوں نے مسٹر محمد علی جناح پر زور دیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آکر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں"

(روزنامہ ... 11 ستمبر 1981ء صفحہ 2 کالم نمبر 1)

کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کی قیادت

23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان پاس ہوئی۔ اس کے بعد سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستان آئے اور ہندوستان کی آزادی کے لئے ایک جدید فارمولا پیش کیا جسے مسلم لیگ اور کانگرس دونوں نے مسترد کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں ہندوستان کی آزادی ناممکن دکھائی دینے لگی انہی دنوں چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے انگلستان جانا پڑا آپ نے انگریز حکومت کے سامنے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ ایسے مدلل زوردار اور پرشوکت الفاظ میں پیش کیا کہ دنیا بھر میں تہلکہ مچ گیا اور حکومت برطانیہ نے مجبوراً لارڈ ویول وائسرائے ہند کو انتقال اقتدار کا نیا فارمولا دینے کے لئے لندن طلب کیا۔ اس موقعہ پر ایک ہندو اخبار "پربھات" نے لکھا کہ:

"ایک ایک ہندوستانی کو سر ظفر اللہ خان کا ممنون ہونا چاہئے کہ انہوں نے انگریزوں کے گھر جا کر حق کی بات کہہ دی"۔

(اخبار "پربھات" 20 فروری 1945ء)

انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت

1945ء کے اواخر میں وائسرائے ہند سر ویول نے انتخابات کروانے کا اعلان کیا ان انتخابات میں ہندو کانگریس نے علماء کے ذریعہ پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف پراپیگنڈہ کا ایک جال پھیلا دیا تا مسلم لیگ ان انتخابات میں ناکام ہو اور پاکستان کا قیام عمل میں نہ آئے ایسے وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہ اعلان فرمایا کہ آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئے"

(الفضل 22 اکتوبر 1945ء)

مسلم لیگ کی اس حمایت پر مجلس احرار اسلام نے یوں تبصرہ کیا:

"1945ء میں جب انتخابات کا زمانہ شروع ہوا تو مرزائیوں اور لیگیوں میں خفیہ ساز باز شروع ہوئی۔ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان نے اکتوبر کے مہینہ میں ایک اہم اعلان کیا .... اس کے بعد مسٹر جناح نے کوئٹہ میں تقریر کی اور میرزا محمود احمد کی پالیسی کو سراہا اور اس کے بعد سنٹرل اسمبلی کے الیکشن ہوئے تو تمام مرزائیوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیئے یہاں تک کہ .... کسی زمانہ میں مرزائیوں کے شدید ترین دشمن .... مولانا ظفر علی خان کے حق میں ووٹ ڈالے گئے"

(کتابچہ مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی پر مختصر تبصرہ صفحہ 18-19)

خضر وزارت کے استعفیٰ کی کامیاب کوشش

46-45ء کے انتخابات کے بعد پنجاب میں مسلم لیگ کی حکومت کے قیام میں ایک بہت بڑی روک خضر حیات خان کی وزارت تھی اور مسلم لیگ کے ذمہ دار اکابرین سر خضر حیات کو وزارت سے استعفیٰ دینے پر آمادہ کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اس نازک موقعہ پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی نے

(باقی صفحہ 8 پر)

پبلشر آغا سیف اللہ، پرنٹر قاضی منیر احمد مطبع ضیاء الاسلام پریس مقام اشاعت دارالنصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت 7 روپے

مکرم تنویر احمد صاحب

تاریخی تہذیبوں کی آماجگاہ اس سرزمین پر مختلف اقوام نے حکومتیں کیں

خطہ پاکستان کی تاریخ ۔ قبل مسیح سے عصر حاضر تک

712ء میں مسلمان فاتح محمد بن قاسم نے سندھ فتح کر کے مسلم حکومت کی بنیاد رکھی

ارض پاک دنیا کے جس خطے میں واقع ہے یہ ہزاروں سال سے تہذیبوں کا مرکز رہا ہے موہنجوڈرو، ہڑپہ، ٹیکسلا اور مہر گڑھ کے آثار قدیمہ اس خطے کے عظیم تہذیبی ورثے کی عکاسی کرتے ہیں۔ دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر آباد ہونے کے باعث یہ خطہ پہلے سے ہی ایک علاقائی وحدت کے طور پر جانا جاتا رہا ہے اسے وادی سندھ کے نام سے پکارا جاتا رہا ہے اس کی تہذیب وتمدن، ثقافت ہمیشہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے الگ تھلگ رہی ہے۔ ہزاروں سال پرانی یہ جغرافیائی علاقائی وحدت ایک ملک وہ بھی نظریاتی ملک کی حیثیت سے 1947ء میں پاکستان کی صورت میں وجود میں آیا۔ پچھلی 20 صدیوں کی تاریخ کے کچھ گوشے ہدیہ قارئین ہیں:

قبل مسیح سے 78ء تک

دوسری صدی قبل مسیح میں کوشانی (Kushans) خاندان کے افراد چین سے ان علاقوں میں آئے جہاں اب پاکستان واقع ہے کوشانیوں کے سردار کرنسپز نے باختر میں یورہ چی کے پانچ قبیلوں کو پہلی صدی قبل مسیح میں متحد کیا اور وادی کابل کے آس پاس کے علاقوں پر قابض ہو گیا بعد میں اس کے بیٹے نے شمالی ومغربی ہندوستان کو بھی فتح کر لیا یہ کوشانیوں کا پہلا خاندان تھا کوشانیوں نے اپنے عہد میں گندھارا تہذیب کو فروغ دیا۔ جدید شہر کاری کا قدیم تصور اسی تہذیب سے ملتا ہے۔ پاکستان کی قدیم تاریخ میں گندھارا تہذیب کے حوالے سے کوشانیوں کا دور سنہری دور کہلاتا ہے۔

78ء سے 176ء تک

دوسرے کوشانی حکمران سلسلے کا بانی کنشک ہے یہ سن 78 عیسوی کے قریب تخت نشین ہوا اس نے اپنی سلطنت ایک طرف کابل سے بنارس تک اور جنوبی سمت میں وندھیاچل تک پھیلائی تھی اس کا دارالحکومت پشاور تھا کنشک کے بعد اس خاندان کے پانچ حکمرانوں کا ذکر ملتا ہے اس خاندان نے 176 عیسوی تک یہاں حکومت کی کنشک خاندان کے بعد تاریخ نویسوں کو اس علاقے میں کسی بڑی سلطنت کا سراغ نہیں ملتا اس عرصے میں یہاں مختلف چھوٹے چھوٹے حکمران ہر سمت پھیلے ہوئے تھے۔

320ء سے 648ء تک

ندان کے بعد ہندوستان میں جو عظیم الشان سلطنت قائم ہوئی وہ گپت خاندان کی تھی جس کے اقتدار کا عرصہ 320ء سے 648ء تک ہے اس کا بانی چندر گپت اول تھا۔ گپت خاندان شمالی ہندوستان پر قابض تھا، پنجاب اور افغانستان کے علاقے بھی اس کی سلطنت میں شامل تھے۔ آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں اس خطے میں مسلمانوں کی آمد سے قبل دو قدیم مذاہب تھے بدھ مت اور ہندوازم، پاکستان کے علاقوں کے باشندوں کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ہندوازم کے زیادہ قریب کبھی بھی نہیں رہے۔ برصغیر کے دیگر خطوں کے برعکس یہاں کے باشندے زیادہ تہذیب یافتہ اور ذہنی طور پر زیادہ روشن خیال تھے اسی لئے ہندوازم کے خلاف جب بدھ مت کی تحریک نے زور پکڑا تو یہاں کے لوگوں نے ہندوازم کے مقابلے میں اسے اپنانے میں دیر نہیں کی۔ مسلمان یہاں آئے تو یہاں بدھ مت کے ماننے والوں کی بڑی تعداد موجود تھی ان باشندوں نے جب بدھ مت کے مقابلے میں اسلام کو زیادہ روشن خیال اور ترقی یافتہ مذہب پایا تو جوق در جوق اس میں داخل ہونے لگے۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل پورے برصغیر کی طرح سندھ، پنجاب، بلوچستان میں چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں قائم تھیں جن پر مختلف راجوں مہاراجوں کی حکومت تھی برصغیر میں کسی بھی جگہ مرکزی حکومت کا تصور نہیں تھا۔

712ء (عربوں کی سندھ میں آمد)

712 عیسوی میں نوجوان عرب مسلمان محمد بن قاسم نے راجہ داہر کو شکست دے کر سندھ فتح کر لیا اور اس طرح پہلی بار عرب اس خطے میں داخل ہوئے سندھ میں مسلم حکومت کے قیام کے بعد محمد بن قاسم نے ملتان شہر کی طرف پیش قدمی کی اور برصغیر کے پورے خطے میں اسلام کی بنیاد پڑی عرب سپاہیوں نے سندھ کے مقامی خاندانوں میں شادیاں کیں۔ اسلامی تہذیب وثقافت اس خطے میں فروغ پانے لگی۔ یہاں کی مقامی آبادی بدھ مت اور ہندو پیروکاروں پر مشتمل تھی یہ لوگ اسلام کے عدل وانصاف اور رواداری، مساوات سے بے پناہ متاثر ہوئے عربوں نے اپنی سرزمیں کو پنجاب، بلوچستان، شمال مغربی پہاڑی علاقوں کے قبائلی علاقہ جات میں بھی پھیلایا۔

712ء تا 750ء سندھ، ملتان اور منصورہ پر اموی خلفاء کے نامزد گورنر کی حکمرانی رہی۔

750ء تا 855ء

سندھ کے علاقوں پر خلفائے عباسی کے نامزد گورنروں نے حکومت کی اس عہد میں ابوالعباس پہلے اور ہارون بن ابی خالد سندھ کے آخری گورنر تھے۔

855ء تا 1026ء

عباسی خاندان کے آخری گورنر کی وفات کے بعد عمر بن عبدالعزیز ہباری سندھ کے گورنر مقرر ہوئے انہوں نے سندھ کا نظم ونسق درست کیا ان کے بعد ان کا بیٹا جانشین ہوا جس نے تین سال حکومت کی تین لاکھ دیہات پر مشتمل ایک وسیع علاقہ اس کے زیر انتظام تھا۔ تجارتی لحاظ سے اس نے بڑی ترقی کی سندھ کی برآمدات میں بھی اضافہ ہوا اسی عہد میں سندھ میں خودمختار ریاستیں بھی منظر عام پر آئیں جن میں مکران، مشکی، منصورہ، ملتان، طوران وغیرہ شامل تھیں۔

1026ء تا 1179ء

(غزنوی خاندان)

سبکتگین کے بیٹے محمود غزنوی نے سندھ میں ہباری حکومت کو ختم کر کے غزنوی خاندان حکومت کی بنیاد ڈالی غزنوی حکومت کی حدود براستہ کابل، لاہور اور ملتان سے ملحق تھیں۔ سندھ کی منصورہ ریاست کی حدود سے مکران کی سرحد تک ریاست ملتان کی حدود تھیں سلطان محمود کی وفات کے بعد ان کا بیٹا امیر مسعود سلطنت غزنی کا مالک ہوا اس نے اس خطے میں دلچسپی لی اور لاہور میں نیا گورنر مقرر کیا۔ غزنویوں نے پشاور، پنجاب ملتان اور اس خطے کے موجودہ علاقوں پر تقریباً ڈیڑھ سو سال تک حکومت کی۔ غزنویوں نے اپنے طویل دور حکومت میں پنجاب، پشاور، سندھ اور اس خطے کے دوسرے علاقوں میں اسلامی تہذیب وثقافت کی جڑیں مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

1179ء تا 1206ء

(غوری خاندان)

غزنوی خاندان کے بعد یہ خطہ غوری خاندان کے زیر نگیں رہا سلطان محمد غوری نے غزنویوں کے آخری حکمران کو شکست دے کر 1175ء میں ملتان اور اچ 1178ء میں گجرات 1179ء میں پشاور اور 1182ء میں سندھ اور دیبل کو فتح کیا دو سال بعد اس نے سیالکوٹ پر قبضہ کیا 1186ء میں اس کی پیشرفت پنجاب کی طرف ہوئی برصغیر کی اسلامی تاریخ میں اس خاندان کی حیثیت ایک ہیرو کی سی رہی۔

1206ء تا 1290ء

(ترک غلاماں خاندان)

اس عہد میں ترک مسلمانوں نے ہندوستان میں فتوحات حاصل کیں خاندان غلاماں کا پہلا فرمانروا قطب الدین ایبک تھا اس کے انتقال کے بعد اس کا نااہل بیٹا جانشین ہوا اس کے دور میں ہندوستان کی سلطنت چار حصوں میں تقسیم ہو گئی پنجاب پر تاج الدین یلدوز نے غزنی سے حملہ کر کے قبضہ کر لیا سندھ اور ملتان پر ناصر الدین قباچہ کی حکومت قائم ہو گئی، نظام الملک 1229ء تا 1332ء سندھ کا گورنر رہا اس کے عہد میں سندھ کا دارالحکومت اچ کی بجائے بھکر تھا۔

1290ء تا 1320ء

(خلجی خاندان)

ملک جلال الدین فیروز نے خاندان خلجی کی بنیاد رکھی یہ 1290ء میں تخت نشین ہوا اس نے اپنے بیٹے ارکلی خان کو ملتان اور اچ کا گورنر مقرر کیا، جلال الدین کے بھتیجے اور داماد علاؤالدین خلجی نے 1295ء میں اس کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا اور اسی سال ملتان پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ 1303ء میں علاؤالدین نے ملتان، اچ، اور سندھ کا تمام علاقہ اپنے تجربہ کار سالار ملک غازی تغلق کو جاگیر کے طور پر دے دیا۔ علاؤالدین نے گجرات کو بھی فتح کیا اور وہاں اسلامی مملکت اور انتظامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور سلطنت دہلی پر حکومت کی اس نے برصغیر میں مسلم حکمرانی کی حدود میں اضافہ کیا۔

1320ء تا 1413ء

(تغلق خاندان)

برصغیر میں خلجی خاندان کا اقتدار ختم ہوا تو غیاث الدین تغلق پہلے بادشاہ بنے۔ انہوں نے کئی سال تک لاہور کے حاکم کے فرائض بھی ادا کئے۔ دریائے سندھ کے کناروں پر تمام صوبہ جات کا انتظام بھی بہتر کیا گیا مغربی سرحدوں کو مضبوط کرنے کیلئے نئے قلعے تعمیر کرائے گئے۔ سلطنت کے معاملات کو باقاعدہ بنایا قوانین میں اصلاحات کیں تجارت کی حوصلہ افزائی کی عالم فاضل اشخاص کی سرپرستی کی ان کے دور حکومت میں ... قبیلے کے کچھ افراد کچھ سے سندھ میں وارد ہوئے اور آہستہ آہستہ یہ کافی پھیل گئے اور مکران کے علاوہ مغربی سندھ سے جنوبی سندھ تک ان کا پھیلاؤ وسعت اختیار کر گیا۔ 1350ء میں سندھ میں سمہ حکومت کی داغ بیل پڑی دور تغلق میں ہی سندھ اور ٹھٹھہ کو فتح کیا گیا۔

1414ء تا 1445ء

(سیدی خاندان)

سیدی خاندان حکومت کے سربراہ خضر خان تھے، تیمور نے خضر خان کو ملتان دیپالپور اور لاہور کا گورنر مقرر کیا اس نے اپنے دور حکومت میں سندھ، پنجاب، مغربی پاکستان کے علاقوں اور انڈیا میں مغربی اتر پردیش کے علاقوں میں حکومت قائم کی اس خاندان کے افراد جنہوں نے عنان حکومت سنبھالا ان میں خضر خان، مبارک شاہ، محمد بن فرید اور عالم شاہ قابل ذکر ہیں۔

1451ء تا 1526ء

(لودھی خاندان)

سلطان بہلول لودھی نے خاندان لودھی کی بنیاد ڈالی، بہلول کے آباؤ اجداد ایک افغان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جو ہندوستان اور ایران کے درمیان تجارت کرتا تھا۔ بہلول 1451ء میں ہندوستان آیا اور سلطنت دہلی پر حکمرانی کی بہلول نے پورے پنجاب اور ملتان کا دورہ کر کے یہاں صوبوں کے معاملات کو درست کیا اور پنجاب میں امن وامان قائم کیا۔

1522ء میں شاہ بیگ ارغون نے سمہ حکمران کے آخری فرد کو شکست دے کر سندھ کو فتح کیا 1520ء میں شاہ بیگ نے ٹھٹھہ فتح کر کے سمہ خاندانی حکومت کا خاتمہ کیا اور سندھ میں مغلوں کی حکومت قائم ہوئی شاہ بیگ ارغون کی قائم کردہ سلطنت کی حدود شال (کوئٹہ) سے لے کر ایک طرف بھکر اور دوسری جانب سہون تک قائم تھی جس میں مستونگ اور قلات کا علاقہ بھی شامل تھا شاہ بیگ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شاہ حسن سندھ میں ارغون حکومت کا دوسرا بادشاہ تخت نشین ہوا اس نے 1524ء میں بلوچستان کے قلعہ سیوری اور اچ پر قبضہ کر لیا 1527ء میں اس نے ملتان کا محاصرہ کیا اس صوبے کی سرحدیں سیہون سے ملتان تک اور دوسری طرف سیوی سے نخاوا تک تھیں اس نے 32 برس تک سندھ پر حکومت کی اس کے انتقال کے بعد سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوئی بالائی سندھ کا حکمران سلطان محمود ہوا جس کا دارالحکومت بھکر تھا اور زیریں سندھ کی حکومت مرزا عیسیٰ ترخان کو ملی جس کا مرکز ٹھٹھہ تھا اس کے بعد سندھ میں کلہوڑہ خاندان کا آفتاب 1700ء میں طلوع ہوا۔

1526ء تا 1538ء

(مغل دور کا آغاز)

عمر شیخ کا بیٹا ظہیر الدین بابر تیمور کی نسل میں چھٹے نمبر پر تھا اس نے لودھی خاندان کو شکست دے کر ہندوستان میں مغل دور حکومت کا آغاز کیا بابر نے فوج کے ہمراہ دریائے سندھ کی طرف پیش قدمی کی اور دریا کو عبور کر کے پنجاب میں بھیرہ تک پہنچ گیا اس نے چناب تک کے علاقوں کو فتح کیا۔ بابر نے ہندوستان پر کئی حملے کئے اور لاہور کو تسخیر کر کے پشاور پہنچ گیا اس نے یہاں سرحدی معاملات درست کئے اور دریائے سندھ کی طرف پیش قدمی کی۔ بابر نے 15 دسمبر 1525ء کو دریائے سندھ عبور کر کے فوج کے ہمراہ دہلی پر چڑھائی کی اور پانی پت کے مقام پر ابراہیم لودھی کو شکست دے کر سلطنت دہلی پر حکمرانی کی۔ بابر کے بعد اس کا بیٹا نصیر الدین ہمایوں تخت پر بیٹھا ہمایوں نے ٹھٹھہ میں شاہ حسین ارغون کی دفاعی مدد کی ہمایوں سندھ میں کافی دیر سے آیا سندھ میں وہ عمر کوٹ پہنچا جہاں اس کے بیٹے اکبر کی ولادت ہوئی ہے ہمایوں کو شیر شاہ سوری نے شکست دی اور سلطنت دہلی پر حکمرانی کی۔

1538ء تا 1555ء

(شیر شاہ سوری خاندان)

شیر شاہ سوری کا اصل نام فرید تھا وہ پشاور میں واقع ایک آبائی قبیلے سور کے ابراہیم خان کا بیٹا تھا اس نے سوری خاندان کی بنیاد ڈالی اور سلطنت دہلی پر حکمرانی کی اس خاندان کے اہم حکمرانوں میں سلیم شاہ سوری محمد شاہ سوری عادلی، سکندر شاہ سوری شامل ہیں ان کے دور اقتدار میں پاکستان کے علاقوں بالخصوص پنجاب، سندھ اور لاہور پر ان کی حکومت رہی۔

1555ء تا 1857ء

(مغل خاندان)

ہمایوں جولائی 1555ء میں دہلی میں دوبارہ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوتا ہے اس کے بعد سے مغل خاندان کی برصغیر پر حکمرانی شروع ہوئی ہمایوں کے بیٹے جلال الدین اکبر نے کشمیر کو فتح کیا سندھ کے بالائی حصوں ملتان اور سندھ کے زیریں علاقے ٹھٹھہ پر بھی ان کا قبضہ ہوا 1595ء میں اکبر کے عہد میں میر معصوم نے سبی کے قلعے پر حملہ کیا تو مغلوں نے کوئٹہ کے جنوب مشرق سے افغانیوں کو شکست دیکر علاقوں پر بھی حکومت قائم کی۔ اکبر نے 1586ء میں سرحد کے قبائلی علاقوں پر حملہ کر کے اپنی ملکیت میں شامل کیا۔ 1582ء میں اکبر نے اپنے دربار کو فتح پور سے لاہور منتقل کر کے 1598ء تک صدر مقام بنائے رکھا اکبر کا دور حکومت 1555ء تا 1605ء رہا۔ جہانگیر کا عہد 1605ء تا 1627ء رہا۔ شاہ جہاں کا 1627ء تا 1656ء، اورنگزیب 1656ء تا 1707ء رہا۔ مغلوں کے دور حکومت میں پنجاب، سندھ، لاہور، کشمیر، بلوچستان اور قلات کے علاقے ان کی دسترس میں رہے۔ مغلوں نے اپنے عہد میں فنون لطیفہ کو بے پناہ وسعت دی ان کی تعمیر کردہ تاریخی عمارات، مساجد، مقبرے، باغات، محلات اور کلیاں اسلامی تہذیب وثقافت کی عکاسی کرتے ہیں مغلوں کے عہد سے پہلے لکڑی اور پتھر کا استعمال زیادہ ہوتا تھا لیکن مغلوں نے پہلی مرتبہ فن تعمیر میں اینٹوں کا استعمال کیا۔ مغلوں کا نکاسی آب کا نظام بہترین تھا مسجدیں، باغات اور مقبرے وں کی تزئین آج بھی مغلوں کے شاندار ذوق کا مظہر ہیں۔ مغلوں نے اپنے دور حکومت میں تعلیم کے فروغ کو بھی اہمیت دی ٹھٹھہ میں قائم چار سو اسکولوں پر مشتمل بہترین ایجوکیشن سسٹم قائم کیا اس عہد میں صوفیائے کرام نے اسلام کو پھیلانے اور اس کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔

1700ء تا 1782ء

(سندھ میں کلہوڑہ خاندان)

سندھ میں کلہوڑہ خاندان نے 80 برس تک حکومت کی اس دوران اس خاندان نے سندھ کی فتوحات میں اضافہ کیا۔ کلہوڑہ خاندان کے بعد سندھ میں تالپور حکومت کی بنیاد پڑی سندھ میں انگریزوں اور کلہوڑوں کے درمیان جنگ میانی بھی لڑی گئی۔

1738-39ء

اس عرصہ میں نادر شاہ نے انڈیا پر حملہ کیا اور سلطنت دہلی کو تباہ کر دیا اس کے بعد نادر شاہ نے پنجاب پر حملہ کیا اور لاہور کے حاکم کو شکست دیکر پنجاب کے معاملات کو درست کیا۔

برصغیر کے گورنر جنرل

برطانیہ سے ہندوستان میں 1858ء سے 1947ء تک جو گورنر جنرل اور وائسرائے منتخب ہو کر آئے ان کے نام اور عرصہ اقتدار کی تفصیل اس طرح ہے۔

☆لارڈ کیننگ	(Lord Canning)	1858ء-1862ء
☆لارڈ ایلگن	(Lord Elgin)	1862ء-1863ء
☆میجر جنرل سر رابرٹ نیپیئر	(Major General Sir Robert Napier)	1863ء
☆کرنل سر ولیم ڈینی سن	(Colonel Sir William Deni Son)	1863ء-1864ء
☆سر جان لارنس	(Sir John Lawrence)	1864ء-1869ء
☆لارڈ مایو	(Lord Mayo)	1869ء-1872ء
☆سر جان اسٹریچی	(Sir John Strachey)	1872ء
☆لارڈ نیپیئر	(Lord Napier)	1872ء
☆لارڈ نارتھ بروک	(Lord North Brook)	1872ء-1876ء
☆لارڈ لیٹن	(Lord Lytton)	1876ء-1880ء
☆لارڈ رپن	(Lord Ripon)	1880ء-1884ء
☆لارڈ ڈفرن	(Lord Dufferin)	1884ء 1888ء
☆لارڈ لینسڈاون	(Lord Lansdowne)	1888ء-1894ء
☆لارڈ ایلگن	(Lord Elgin)	1894ء-1899ء
☆لارڈ کرزن	(LordCurzon)	1899ء-1904ء
☆لارڈ امپ تھل	(Lord Ampthill)	1904ء
☆لارڈ کرزن	(Lord Curzon)	1904ء-1905ء
☆لارڈ منٹو	(Lord Minto)	1905ء-1910ء
☆لارڈ ہارڈنگو	(Lord Hardingo)	1910ء-1916ء
☆لارڈ چیمسفورڈ	(Lord Chelmsford)	1916ء-192
☆لارڈ ریڈنگ	(Lord Reading)	1921ء-1925ء
☆لارڈ لیٹن	(Lord Lytton)	1925ء
☆لارڈ ریڈنگ	(Lord Reading)	1925ء-1926ء
☆لارڈ ارون	(Lord Irwin)	1926ء-1929ء
☆لارڈ گوشین	(Lord Goschen)	1929ء
☆لارڈ ارون	(Lord Irwin)	1929ء-1931ء
☆لارڈ ویلنگڈن	(Lord Willingdon)	1931ء-1934ء
☆سر جارج اسٹین لی	(Sir George Stanley)	1934ء
☆لارڈ ولینگڈن	(Lord Willingdon)	1934ء-1936ء
☆لارڈ لن لتھ گو	(Lord Linlithgow)	1936ء-1943ء
☆لارڈ ویول	(Lord Wavell)	1943ء-1947ء
☆لارڈ ماؤنٹ بیٹن	(Lord Mount Batten)	1947ء

1749ء

احمد شاہ ابدالی نے 1749ء میں دریائے سندھ عبور کر کے دریائے جہلم اور چناب کو پار کیا اور پنجاب پر حملہ کر دیا۔ پنجاب کے بعد احمد شاہ ابدالی نے صوبہ کشمیر کو بغیر کسی مخالفت کا سامنا کئے تسخیر کر لیا۔ 1761ء میں احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو شکست فاش دی۔

1783ء تا 1843ء

(تالپور خاندان)

میر فتح علی خان تالپور خاندان کا پہلا حکمران تھا جس نے 1782ء میں حیدرآباد فتح کر کے سندھ کی زمام حکومت سنبھالی ایسٹ انڈیا کمپنی نے تالپوروں کے عہد میں ہی حکومت سندھ سے دوستی کا معاہدہ کیا۔

1600ء

(ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی)

1600ء میں برطانیہ میں ہنری پنجم تخت نشین تھا اس کے دور میں کچھ انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے ایک تجارتی ادارہ قائم کرنے کے بعد ہندوستان کا رخ کیا ان کی آمد سے قبل پرتگیز یہاں اتنے مضبوط ہو چکے تھے کہ ہندوستان پر ان کی حکومت قائم ہونے کے امکانات روشن تھے لیکن انگریز ان سے زیادہ ہوشیار اور زیادہ مستعد قوم تھی۔ انگریزوں کی آمد سے دونوں میں رسہ کشی شروع ہو گئی اور ہندوستان پر پرتگیزوں کی حکومت قائم ہونے کی راہ مسدود ہو گئی۔ 1664ء میں فرانسیسیوں نے فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے تجارتی ادارہ قائم کیا 1740ء میں فرانسیسی بھی اتنی قوت حاصل کر گئے کہ انگریزوں کے لئے چیلنج کی حیثیت اختیار کر گئے اس دوران مغلیہ سلطنت ہندوستان میں زوال پذیر تھی مرہٹے زور پکڑ رہے تھے ہندوستان میں انگریزوں، فرانسیسیوں، ڈچوں اور پرتگیزوں نے حریفوں کی صورت میں تقریباً ڈیڑھ سو سال یہاں ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی مشق جاری رکھی اور آخر کار انگریز ان پر غالب آئے اور ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب رہے۔

1843ء تا 1947ء

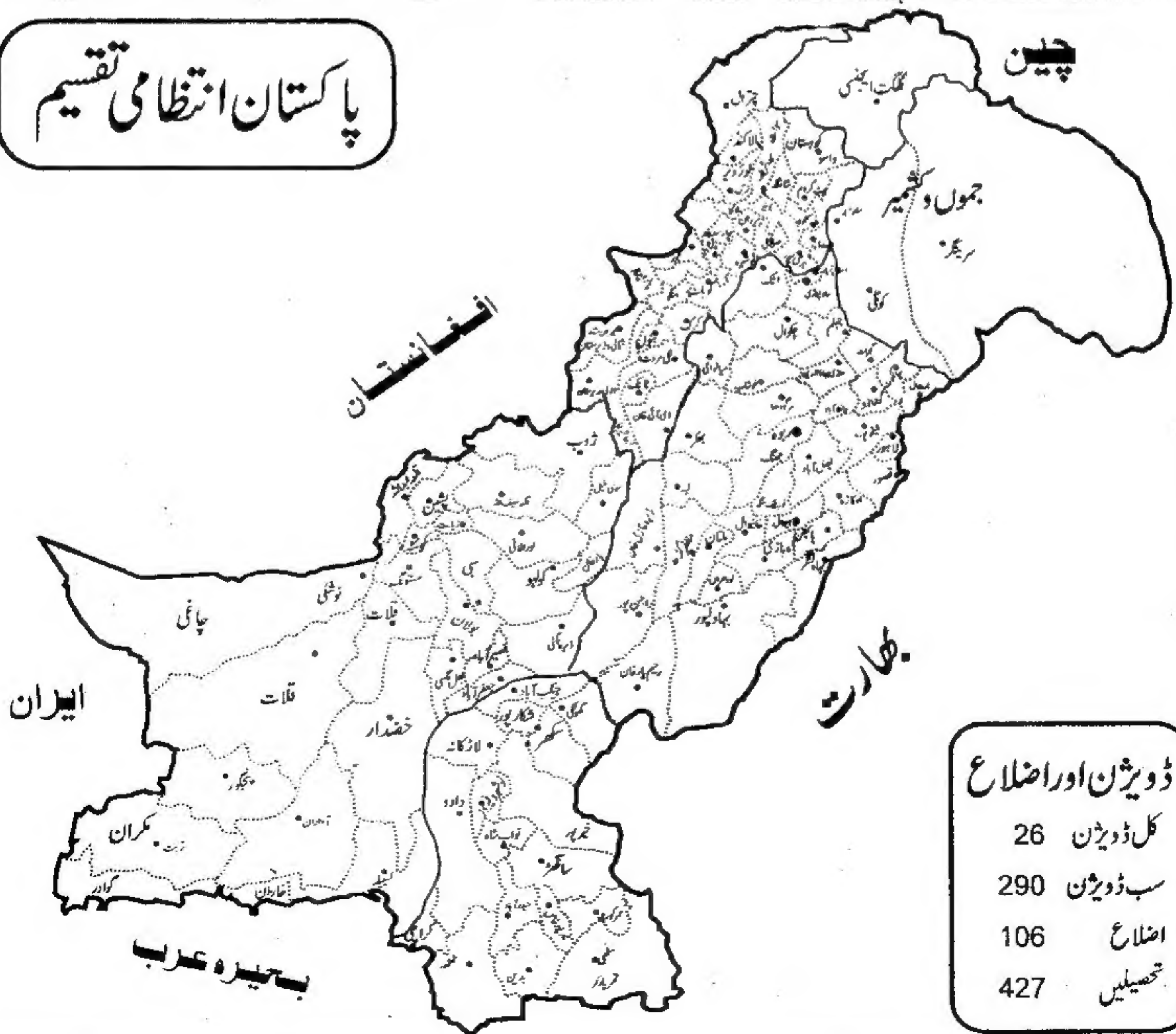
(برطانوی حکومت)

1843ء کے آغاز میں مغلوں کا چراغ حکومت ٹمٹمانے لگا انگریزوں کا عمل دخل ہندوستان کی سیاست میں حد سے زیادہ بڑھ گیا بالآخر 1857ء کی جنگ آزادی جو برصغیر میں انگریزوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان لڑی گئی۔ ہندوستان کی تاریخ میں نہایت اہمیت کی حامل ہے اس جنگ کے بعد انگریز براہ راست ہندوستان پر حکومت کرنے لگے 1858ء میں لارڈ کیننگ پہلے وائسرائے کے طور پر ہندوستان میں متعین کئے گئے جب کہ اس سے قبل ایسٹ انڈیا کمپنی کے سربراہان ہی ہندوستان میں امور کی انجام دہی کرتے تھے۔1843ء میں سر چارلس نیپر کی سربراہی میں ایک اہم واقعہ کراچی میں بندرگاہ کا قیام عمل میں آنا تھا جس کے باعث سندھ میں کراچی شہر کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا۔ انگریزوں نے ہندوستان پر سو سال سے زیادہ حکومت کی اس عرصے میں انہوں نے برصغیر ہندوستان میں 500 آزاد ریاستوں کے علاوہ تمام علاقوں پر کنٹرول رکھا پاکستان کے چاروں صوبوں پر انگریزوں کی عملداری تھی سوائے خیر پور، سوات چترال، مکران اور قلات وغیرہ کے کیونکہ یہ اس وقت آزاد ریاستیں تھیں جنگ عظیم اول 18-1914ء اور جنگ عظیم دوم 1939-1945ء میں برطانیہ چونکہ براہ راست ملوث تھا لہٰذا ہندوستان پر بھی ان جنگوں کے اثرات مرتب ہوئے۔ انگریزوں نے صوبہ پنجاب، بلوچستان اور سرحد کے باشندوں کو فوجی تربیت دیکر ان محاذوں پر بھیجا دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ہندوستان میں مسلمانوں اور ہندوؤں کا علیحدہ وطن کا مطالبہ بڑھ گیا چنانچہ ہندوستان میں برطانیہ کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کا اعلان کر دیا۔

1947ء

(قیام پاکستان)

اگست 1947ء میں برصغیر ہندوستان کے نقشے میں جغرافیائی تبدیلی منظر عام پر نظر آئی، انگریز واپس برطانیہ جانے لگے تو ہندوستان کو دو علیحدہ ریاستوں میں تقسیم کر گئے، مسلم اکثریت والے علاقے پاکستان میں شامل کئے گئے جو مسلمانوں کی علیحدہ آزاد اور خود



مختار ریاست پر مشتمل تھے اس کے دو حصے تھے مغربی پاکستان جو موجودہ پاکستان ہے۔ مشرقی پاکستان جو اب بنگلہ دیش ہے۔ مغربی پاکستان میں جو علاقے شامل تھے ان میں صوبہ سندھ، صوبہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، صوبہ بلوچستان اور گلگت وغیرہ۔ مشرقی پاکستان میں مشرقی اور مغربی بنگال کے علاقے شامل تھے جب کہ ہندوستان کی آزاد ریاستوں کو یہ استحقاق دیا گیا تھا کہ وہ جس ملک کے ساتھ چاہیں الحاق کریں اس وقت حیدر آباد ریاست نے آزاد رہنا پسند کیا اور ریاست جوناگڑھ نے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہا لیکن بعد میں ہندوستان نے دونوں ریاستوں پر قبضہ کرلیا جب کہ ریاست کشمیر کے عوام پاکستان کے ساتھ الحاق چاہتے تھے لیکن کشمیر کے ہندو راجہ نے کشمیر کا سودا کر کے بھارت سے الحاق کیا۔ کشمیر کا کچھ حصہ موجودہ پاکستان کے ساتھ شامل ہے جب کہ ایک تہائی علاقے پر بھارت کا قبضہ ہے کشمیری عوام گزشتہ پچاس برس سے بھارت کے خلاف جدوجہد آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ میں بھی پیش ہو چکا ہے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیر کا مسئلہ استصواب رائے سے حل ہونا چاہئے لیکن بھارت کی ہٹ دھرمی کے باعث آج تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکا۔

1947ء سے 1957ء

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح پہلے گورنر جنرل پاکستان بنے اور لیاقت علی خان پہلے وزیر اعظم بنے قائداعظم کے انتقال کے بعد خواجہ ناظم الدین نے ستمبر 1948ء تا اکتوبر 1951ء گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالا بعد میں خواجہ ناظم الدین نے لیاقت علی خان کے انتقال کے بعد وزیراعظم کا عہدہ سنبھالا یہ عرصہ 1951ء سے اپریل 1953ء تک تھا ان کی جگہ ملک غلام محمد گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ 17 اپریل 1953ء کو گورنر جنرل غلام محمد نے خواجہ ناظم الدین کو ان کے عہدے سے برطرف کر دیا اور محمد علی بوگرہ کو وزارت تشکیل کرنے کی ہدایت کی۔ 30 اپریل 1954ء کو گورنر جنرل غلام محمد نے مشرقی پاکستان میں نئے گورنر میجر جنرل اسکندر مرزا کو متعین کیا۔ 20 اکتوبر 1954ء کو گورنر جنرل نے ہنگامی حالات کا اعلان کیا اور آئین ساز اسمبلی کو برطرف کر دیا۔ 5 مارچ 1956ء کو گورنر جنرل اسکندر مرزا اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پہلے صدر منتخب ہوئے اور 1958ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔

1958ء سے 1962ء

7 اکتوبر 1958ء صدر اسکندر مرزا نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور بری افواج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور مسلح افواج کا سپریم کمانڈر مقرر کیا۔ 24 اکتوبر 1958ء کو اسکندر مرزا نے استعفیٰ دے دیا۔ 27 اکتوبر 1958ء کو جنرل محمد ایوب خان نے صدر پاکستان کا عہدہ سنبھالا۔ 1962ء میں ملک سے مارشل لاء ختم کر دیا گیا اور صدارتی آئین نافذ کیا گیا۔

1962ء سے 1969ء

2 جنوری 1965ء کو ملک میں صدارتی انتخابات ہوئے جس میں ایوب خان نے فاطمہ جناح کو شکست دی۔ انہوں نے 23 مارچ 1965ء کو صدر مملکت کے عہدے کا حلف اٹھایا ستمبر 1965ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ مارچ 1969ء میں ملک کے بگڑے حالات کے پیش نظر ایوب خان نے تمام اختیارات بری افواج کے کمانڈر انچیف جنرل آغا محمد یحیٰی خان کے سپرد کئے۔

1969ء سے 1971ء

جنرل آغا محمد یحیٰی خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا 7 دسمبر 1970ء کو صدر یحیٰی خان نے قومی اسمبلی کے انتخابات منعقد کروائے مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی اور مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے اکثریت حاصل کی لیکن اقتدار کے حصول میں دونوں صوبوں میں غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ 23 نومبر 1971ء کو بھارتی فوج نے بغیر اعلان جنگ کے مشرقی پاکستان کے تمام محاذوں پر حملہ کر دیا 16 دسمبر 1971ء کو جنرل نیازی کی قیادت میں پاکستان کے 90 ہزار فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور بھارتی فوجیں ڈھاکے میں داخل ہو گئیں۔ نئی ریاست بنگلہ دیش کا قیام عمل میں آیا اور پاکستان مغربی پاکستان تک محدود ہو گیا۔

1971ء سے 1977ء

باقی ماندہ پاکستان میں 20 دسمبر 1971ء کو اس علاقے کی ایک اکثریتی پارٹی کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو کو اقتدار منتقل کیا گیا وہ پہلے سویلین چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھے۔ 1973ء میں انہوں نے متفقہ طور پر نیا آئین منظور کروایا اور بہت سی اصلاحات کیں یہ تیرہ سالہ فوجی دور کے بعد سول حکومت آئی تھی۔ 5 جولائی 1977ء کو چیف آف اسٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت برطرف کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

1977ء سے 1988ء

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق نے آئین کو معطل رکھا۔ 1979ء میں ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی۔ 1979ء میں بلدیاتی انتخابات کروائے۔ 1985ء میں غیر جماعتی انتخابات کروائے۔ محمد خان جونیجو وزیراعظم بنے۔ مئی 1985ء میں جونیجو حکومت برطرف کر دی گئی، اسمبلیاں توڑ دی گئیں۔ 17 اگست 1988ء کو ایک فضائی حادثے میں جنرل ضیاء الحق ہلاک ہو گئے۔ ان کے ساتھ کئی فوجی افسر اور امریکی سفیر بھی اس حادثے کی نذر ہوئے۔

1988ء سے 1990ء

صدر جنرل ضیاء الحق کے انتقال کے بعد سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خان قائم مقام صدر بنے 16 نومبر 1988ء کو ملک میں عام انتخابات کرائے گئے جس میں پاکستان پیپلز پارٹی کو اکثریت حاصل ہوئی اور بے نظیر بھٹو وزیراعظم بنیں۔

صدر غلام اسحاق خان نے 6 اگست 1990ء کو ان کی حکومت کو برطرف کر دیا۔

1990ء سے 1993ء

بے نظیر بھٹو کی حکومت کے خاتمے کے بعد غلام مصطفیٰ جتوئی نگران وزیراعظم مقرر ہوئے 24 اکتوبر 1990 کو عام انتخابات ہوئے جس میں آئی جے آئی نے اکثریت حاصل کی اور میاں نواز شریف نے وزیراعظم کا عہدہ سنبھالا۔ پھر صدر غلام اسحاق خان نے 18 اپریل 1993ء کو پارلیمنٹ توڑ دی، نواز شریف حکومت برطرف کر دی گئی بلخ شیر مزاری نگران وزیراعظم بنے۔ 26 مئی 1993ء کو عدلیہ نے نواز حکومت کو دوبارہ بحال کر دیا۔

1993ء سے 1996ء

18 جولائی 1993ء کو نواز شریف نے مستعفی ہونے اور پارلیمنٹ توڑنے کا اعلان کیا۔ صدر غلام اسحاق خان نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ سینٹ کے چیئرمین وسیم سجاد قائم مقام صدر بنے۔ امریکا میں مقیم معین قریشی کو ملک کا نگران وزیراعظم بنا دیا گیا۔ 6 اکتوبر 1993ء کو ملک میں عام انتخابات ہوئے جس میں پیپلز پارٹی کو کامیابی حاصل ہوئی اور بے نظیر بھٹو دوبارہ وزیراعظم بنیں۔ 5 نومبر 1996ء کو صدر فاروق خان لغاری نے بے نظیر حکومت برطرف کر دی اور اسمبلیاں توڑ دیں۔ ملک معراج خالد نگران وزیراعظم مقرر ہوئے۔

1997ء سے

3 فروری 1997ء کے عام انتخابات میں پیپلز پارٹی کو شکست فاش ہوئی اور مسلم لیگ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی اور نواز شریف ملک کے وزیراعظم منتخب ہوئے۔ 11 مئی 1998ء کو بھارت نے ایٹمی دھماکہ کیا۔ 28 مئی کو پاکستان نے بلوچستان میں چاغی کے مقام پر ایٹمی دھماکہ کیا اور ایٹمی ملک کے طور پر سامنے آیا۔ 12 اکتوبر 1999ء کو جوائنٹ چیف آف اسٹاف جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کی حکومت برطرف کر کے ملک کے اعلیٰ اختیارات حاصل کر لئے اور چیف ایگزیکٹو کا عہدہ سنبھال لیا۔

نومبر 2002ء میں ریفرنڈم کے ذریعہ صدر منتخب ہوئے اور مورخہ 16 نومبر 2002ء کو آئندہ پانچ سال کے لئے صدر پاکستان کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

مورخہ 10 اکتوبر 2002ء کو ملک میں عام انتخابات ہوئے اور مورخہ 23 نومبر 2002ء کو میر ظفر اللہ جمالی نے نئے وزیراعظم پاکستان کا حلف اٹھایا۔

بقیہ صفحہ 11

ظفر اللہ خاں نے خضر حیات سے کہا کہ No No. The Britishers are willing to transfer the power to Indians. And mind it . Don't stand in the way of Muslim Leage نہیں۔ نہیں انگریز ہندوستانیوں کو اقتدار منتقل کرتے پر تیار ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھیں۔ مسلم لیگ کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔

(قومی ڈائجسٹ اگست 2002ء مرسلہ: مرزا خلیل احمد قمر صاحب)

بقیہ صفحہ 13

بیجنگ کے ایک دورے کے موقع پر چائنیز اکیڈمی نے آپ کے اعزاز میں ایک عشائیہ دیا۔ جس میں وزیراعظم کو شریک ہونا تھا۔ لیکن سلام صاحب کو خراج تحسین پیش کرنے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ خود چین کے صدر تمام روایتی آداب کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس مجلس میں انہیں ملنے کے لئے چلے آئے۔

سلام صاحب سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ انہوں نے کس طرح وہ تھیوری پیش کی جس کے نتیجے میں انہیں نوبل انعام ملا۔ آپ نے جواب دیا کہ جب بھی دو متقابل نظریات پر غور کیا جائے تو عموماً دیکھا گیا ہے کہ دونوں میں سے جو نظریہ زیادہ شدت سے دل کو لگے اور اپنی طرف مائل کرے وہ اپنی اصل میں بھی صحیح ہوتا ہے۔ یہ کہنے کے بعد آپ نے سورۂ ملک کی وہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا کی تخلیق میں کوئی رخنہ یا نقص نہیں ہے۔

محبّ وطن سائنسدان

1979ء میں نوبل انعام وصول کرنے کے فوراً بعد آپ کو اندرا گاندھی نے بھارت آنے کی دعوت دی۔ لیکن سلام صاحب نے جو ایک عظیم محب وطن تھے اس درخواست کو مسترد کر دیا۔ وہ جانتے تھے کہ اس موقع پر ان کا پاکستان کو اولیت دینا کس قدر اہم ہے۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے پاکستان کا دورہ ایک سرکاری مہمان کی حیثیت سے کیا۔ آپ نے اس موقع پر برطانوی اور اٹالین شہریت قبول کرنے کی تجاویز بھی نہایت شدت سے مسترد کر دیں۔

(Daily Times لاہور 30 نومبر 2002ء)

(مرسلہ: ارشاد احمد خان صاحب)

محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مورخ احمدیت

تحریک پاکستان میں حضرت مصلح موعود کی خدمات کا اعتراف

حضرت مصلح موعود کے مضامین اور کتب کا تذکرہ اور فہرست

سیدنا حضرت مصلح موعود نے تحریک پاکستان، قائداعظم اور آل انڈیا مسلم لیگ کی تائید میں زبردست قلمی جہاد کیا ہے جس کا دستاویزی ثبوت یہ ہے کہ قائداعظم اکادمی نے 1978ء میں قائداعظم محمد علی جناح سے متعلق مشرقی زبانوں میں شائع شدہ لٹریچر کی انگریزی میں تفصیل شائع کی جس کی جلد اول صفحہ 243-242 میں حضرت سیدنا محمود المصلح الموعود کی مندرجہ ذیل نگارشات کا تذکرہ کیا گیا ہے:۔

MAHMOOD Ahmad

"Pakistan,,*Sunrise*,Jl12,'47, pp1-2, 4-8; O 18, '47, pp1-2

About political role of Mr. Jinnah for the attainment of Pakistan.

"Pakistan."*R Religions* Jl '45 pp103-115

Appeals to fully cooperate with Mr.Jinnah in his struggle for a separate homeland, for Muslims of India, based on Islamic principles.

"Pakistan. *R Religions* D'46 pp241-42

About Jinnah's concept of Pakistan.

"Pakistan: Muslim League... *R Religions* My '46. pp78-93

About Mr.Jinnah and Muslim League.

"Pakistan Muslim League" *Sunrise* Ja 26, '46, P1; Ap 13, '46, pp1, 4-5; O 5 '46 p1; D 12. '46. pp1-2.

About Jinnah & Muslim League

"Pakistan and Muslim League" *Sunrise* Ja 26. 46. p3; F2, 46, p3; Mr 9 '46, p3; Mr 30, '46, p3; Ap 13, '46, pp1-5; Je 22, '46, pp1, 5; S 7, '46, pp1-2; O 5, '46, P1; O 12, '46, p5; N16, '46, pp1- 2; N 30, '46, pp2, 4; D21, '46, pp1-2.

Calls upon Muslims to cooperate with Mr.Jinnah and the AIML in their struggle for a separate homeland for Muslims.,,

توضیحی کتابیات میں تذکرہ

☆ اگلے سال 1979ء میں قائداعظم اکادمی ہی نے قائداعظم محمد علی جناح "توضیحی کتابیات" کے نام سے اردو ایڈیشن کی جلد دوم صفحہ 435-434 پر حضور انور کی مندرجہ ذیل اثر انگیز تحریرات کا ذکر کیا جن میں تحریک پاکستان کے حق میں پرزور آواز بلند فرمائی تھی:۔

محمود احمد

"آئندہ الیکشنوں میں مسلم لیگ کی تائید کا اعلان"۔ الفضل اکتوبر 22، 45ء۔ ص1۔

قائداعظم محمد علی جناح کے ہاتھ مضبوط کرنے اور آل انڈیا مسلم لیگ کو ووٹ دینے کی اپیل۔

"بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی وفات اور سقوط حیدر آباد کے مصائب"۔ الفضل، اگست 21، 48ء

"پاکستان"۔ الفضل، اپریل 17، 47ء۔ ص 2، مئی 19، 47ء۔ ص 2، جون 5، 47ء۔ ص 2، جون 10، 47ء۔ ص 1-2، جون 11، 47ء۔ ص 1، 4، جون 16، 47ء۔ ص 1، 2، 5: جون 17، 47ء۔ ص 1، 6: جون 19، 47ء۔ ص 1، 4: جولائی 13، 47ء۔ ص 2: اگست 16، 47ء۔ ص 1، 2: ستمبر 3، 47ء۔ ص 12۔

قیام پاکستان کی جدوجہد اور قائداعظم کا ذکر۔

"پاکستان اور جناح"۔ الفضل، مئی 21، 47ء۔ ص 1-2۔

"پاکستان اور قائداعظم کی خدمات"۔ الفضل، اپریل 12، 47ء۔ ص 5۔

"پاکستان کا مستقبل"۔ الفضل، مارچ 23، 56ء۔ ص 5-6۔

پاکستان کا روشن مستقبل صرف اسلامی تعلیمات اور قائداعظم کے ارشادات پر عمل سے عبارت ہے۔

"قائداعظم"۔ الفضل، اپریل 14، 47ء۔ ص 8: اپریل 15، 47ء۔ ص 8: اپریل 17، 47ء۔ ص 2۔

قائداعظم کی سیاسی خدمات کا ایک جائزہ۔

"قائداعظم محمد علی جناح کی سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں اور قائداعظم کی مفید تجاویز پر ایک نظر"۔ الفضل اکتوبر 11، 46ء۔ ص 2۔

قائداعظم محمد علی جناح کی گاندھی جی سے ملاقات اور اس کے اہم اثرات"۔ الفضل، ستمبر 30، 46ء۔ ص 2۔

"قائداعظم محمد علی جناح کی مولانا ابوالکلام آزاد اور گاندھی جی سے ملاقاتیں۔ موجودہ سیاسی الجھن کو سلجھانے کے لئے مساعی جمیلہ کا تذکرہ"۔ الفضل، اکتوبر 3، 46ء۔ ص 3۔

"مسلم لیگ"۔ الفضل، ستمبر 19، 46ء۔ ص 2؛ اکتوبر 5، 46ء۔ ص 2؛ اپریل 23، 47ء۔ ص 2۔

برصغیر کے مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح کے ہاتھ مضبوط کریں اور ہندوؤں کی چالوں سے محفوظ رہیں۔ مسلم لیگ کا منشور مسلمانوں کی نجات کا حل پیش کرتا ہے۔

"مسلم لیگ کے شاندار کارنامے"۔ الفضل، ستمبر 10، 46ء۔ ص 2۔

قائداعظم کے سیاسی کارناموں پر ایک نظر۔

"ہم نے پاکستان کی تائید کیوں کی۔ اخبار ریاست کے جواب میں"۔ لاہور 23 (دسمبر 29، 74ء۔ جنوری 5، 75ء)۔ ص 5۔

مسلم لیگ اور جناح کے نظریات کی حمایت میں۔

ہندو مسلم فسادات، ان کا علاج اور مسلمانوں کا آئندہ طریق عمل۔ لاہور، اسلامیہ اسٹیم پریس، 1927ء۔ 84 ص۔

خان بہادر سر محمد شفیع کی زیر صدارت 2 مارچ 1927ء کو بریڈ لا ہال لاہور میں لیکچر، جس میں ہندوؤں کی مسلم دشمنی کی نقاب کشائی کی گئی اور مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ قائداعظم محمد علی جناح اور آل انڈیا مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔"

رئیس احمد جعفری کی کتاب میں تذکرہ

مورخ پاکستان جناب سید رئیس احمد جعفری (وفات 28 اکتوبر 1968ء) نے اپنی مشہور کتاب "قائداعظم اور ان کا عہد" صفحہ 344-345 (ناشر مقبول اکیڈمی لاہور) میں "اصحاب قادیان اور پاکستان" کے زیر عنوان لکھا:۔

مرزا محمود احمد صاحب کا بیان

قادیانی گروہ کے "امام جماعت" مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے 21 / اکتوبر 1945ء کو ایک طویل بیان اس سلسلہ میں شائع فرمایا جس کے جستہ جستہ حصے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

"کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے مفاد کا دیانتداری سے خیال رکھنا یا ایسا کرنے کا دعوی دار ہونا اسے اس کی نیابت کا حق نہیں دے دیتا کیا کوئی وکیل کسی عدالت میں اس دعوے کے ساتھ پیش ہوسکتا ہے کہ میں مدعی یا مدعا علیہ کے وکیل سے زیادہ سمجھ دار ہوں اور دیانتداری سے اس کے حقوق کو پیش کرسکوں گا۔ کیا کوئی عدالت اس وکیل کے ایسے دعوے کو باوجود سچا سمجھنے کے قبول کر سکے گی؟ اور کیا اس قسم کی اجازت کی موجودگی میں ڈیموکریسی ڈیموکریسی کہلا سکتی ہے؟"

آگے چل کر موصوف فرماتے ہیں:۔

"کانگرس کے اس اعلان نے کہ اب وہ مسلم لیگ سے بات نہیں کرے گی بلکہ مسلمان افراد سے خطاب کرے گی۔ میرے جذبات کو بالکل بدل دیا۔ اور میں نے محسوس [illegible] جو لوگ دروازہ سے داخل ہونے میں ناکام رہے ہیں اب وہ سرنگ لگا کر داخل ہونا چاہتے ہیں اور اس کے معنی مسلم لیگ کی تباہی کے نہیں بلکہ مسلم کیریکٹر اور مسلم قوم کی تباہی ہے، بس اسی وقت سے میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ جب تک یہ صورت حالات نہ بدلے ہمیں مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئے۔"

جناب موصوف اپنی جماعت کے اصحاب کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آئندہ انتخابات میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئے۔ تاکہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلا خوف تردید کانگرس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے اگر ہم اور دوسری جماعتیں ایسا نہ کریں گی تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی۔ اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہوگی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا مسلمانوں کو لگے گا کہ اور چالیس پچاس سال [illegible] کا سنبھلنا مشکل ہو جائے گا۔ اور میں [illegible] کوئی عقلمند آدمی اس حالت کی ذمہ داری اپنے اوپر [illegible] ہوں میں اس اعلان کے ذریعہ تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر پورے زور اور قوت کے ساتھ آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کی مدد کریں۔"

سردار شوکت حیات کا اعتراف

تحریک پاکستان کے نامور لیڈر اور قائداعظم

کے دست راست جناب سردار شوکت حیات خاں "گم گشتہ قوم" (طابع جنگ پبلشرز۔ اشاعت اول دسمبر 1995ء کے صفحہ 195 پر 1946-45ء کے الیکشن سے متعلق اپنا چشمدید واقعہ بیان فرماتے ہیں:

اصل کتاب یعنی "گم گشتہ قوم" کا ٹائٹل، اندرونی صفحہ نیز صفحہ 195، 196 کے متعلقہ حصہ کا عکس پیش ہے۔

گم گشتہ قوم

(ایک مجاہد آزادی کی یادداشتیں)

سردار شوکت حیات خان

جنگ پبلشرز

اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ
ہر عمر اور ہر ذوق کے قارئین کے لئے
خوبصورت اور معیاری مطبوعات



جملہ حقوق محفوظ

ناشر		میر شکیل الرحمٰن
اشاعت اول		دسمبر ۱۹۹۵ء
قیمت	:	300 روپے
سرورق	:	انیس یعقوب
اہتمام و ادارت	:	ظفر محمد علی
پبلشر	:	جنگ پبلشرز لاہور
		(جنگ انٹرپرائزز پرائیویٹ لمیٹڈ کا ایک ذیلی ادارہ)
مطبع	:	جنگ پبلشرز پریس
		۱۳۔ سر آغا خان روڈ لاہور

195

وقت طلب گار ہوتے۔ ماسوائے بارہ دنوں کے جو میں نے اپنے حلقہ انتخاب کے دور دراز علاقوں میں گزارے۔ میں نے باقی ماندہ وقت مسلم لیگی امیدواروں کے لئے وقف کر رکھا تھا اور ہم یونی نسٹ امیدواروں کی بھرپور مخالفت مختلف مقامات پر کر رہے تھے ان شہروں میں ملتان، ڈیرہ غازی خان، ہوشیار پور، امرتسر، بٹالہ، گورداسپور، اٹک، راولپنڈی اور سرگودھا جیسے مقامات تھے جو میرے جانے پہچانے تھے۔ اس انتخابی مہم میں چھ سے سات تقریریں کرتے ہوئے ایک شہر سے دوسرے مقام تک مسلم لیگ کے جھنڈے تلے سفر کرتا۔ میرے اس انتخابی پروگرام کی ایک نقل قائداعظم کو بھجوائی جاتی تھی۔ ایک دن مجھے قائداعظم کی طرف سے پیغام ملا شوکت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو جو قادیان سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب کو میری درخواست پہنچاؤ کہ وہ پاکستان کے حصول کے لئے اپنی نیک دعاؤں اور حمایت سے نوازیں۔ جلسے کے اختتام کے بعد میں نصف شب تقریباً بارہ بجے قادیان پہنچا۔ تو حضرت صاحب آرام فرما رہے تھے۔ میں نے ان تک پیغام پہنچایا کہ میں قائداعظم کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں وہ اسی وقت نیچے تشریف لائے اور استفسار کیا کہ قائداعظم کے کیا احکامات ہیں میں نے کہا کہ وہ آپ کی دعا اور معاونت کے طلب گار ہیں۔ انہوں نے جواباً کہا کہ وہ شروع ہی سے ان کے مشن کے لئے دعاگو ہیں اور جہاں تک ان کے پیروکار کا تعلق ہے۔ کوئی احمدی مسلم لیگ کے خلاف انتخاب میں کھڑا نہ ہوگا اور اگر کوئی اس سے غداری کرے گا تو وہ ان کی جماعت کی حمایت سے محروم رہے گا۔ اس ملاقات کے نتیجے میں ممتاز دولتانہ نے سیالکوٹ کے حلقے میں ایک احمدی نواب محمد دین کو بھاری اکثریت سے شکست دی۔ قادیانی لوگوں نے اپنے امیر کے حکم کی بجا آوری میں محمد دین کی بجائے ممتاز کو ووٹ دیئے۔ جب میں پٹھانکوٹ پہنچا تو قائداعظم نے مولانا مودودی سے بھی ملنے کے لئے حکم فرمایا تھا۔ وہ چوہدری نیاز کے گاؤں سے متصل باغ میں رہائش پذیر تھے۔ مولانا بنیادی طور پر دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے جو اس وقت انڈین نیشنل کانگرس کے حامی تھے۔ جب میں نے انہیں قائداعظم کا پیغام پہنچایا کہ وہ پاکستان کے لئے دعا کریں اور ہماری حمایت کریں تو انہوں نے جواباً کہا کہ وہ کیسے ناپاکستان (ناپاک جگہ) کے لئے دعا کر سکتے ہیں۔ مزید برآں پاکستان کیسے وجود میں آسکتا تھا۔ جس وقت تک کہ تمام ہندوستان کا ہر فرد مسلمان نہیں ہو جاتا۔ جماعت اسلامی کے قائد کی یہ بصیرت اور نظریہ تھا۔ پاکستان کے متعلق مولانا مودودی کا رویہ ہمیشہ مخالفانہ ہی رہا۔ بعدازاں یہی مولانا میری مدد کے طلب گار ہوئے کہ انہیں ان کے علاقے کے غیر مسلموں سے بچایا جائے میں اس وقت پنجاب میں وزیر تھا۔ چنانچہ میں نے فوج کی مدد سے انہیں باحفاظت پٹھان کوٹ سے پاکستان پہنچایا۔ پاکستان پہنچنے پر انہوں نے کشمیری مجاہدین کے

196

خلاف فتویٰ صادر فرمایا کہ موت کی صورت میں شہید نہیں کہلائے جائیں گے بلکہ ان کی موت ایک کتے کی موت کے مترادف ہوگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی اسلامی ریاست نے جہاد کے لئے اعلان نہیں کیا ہے۔ یہ بیانات پاکستان کے وجود میں آجانے کے بعد مولانا کی جھنجلاہٹ اور آزردگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ حقیقتاً آج ان کی جماعت جو کشمیر میں جہاد کو مقدس جنگ سے تعبیر کر رہی ہے ایک انوکھی سیاسی قلابازی ہے۔

بقیہ صفحہ 2

چوہدری محمد ظفر اللہ خان کے ذریعہ سر خضر حیات کو استعفیٰ دینے پر آمادہ کیا اور اس طرح پنجاب کی پاکستان میں شمولیت ممکن ہوئی، اس کا ذکر کرتے ہوئے اخبار ٹریبیون نے لکھا:-

"معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات خان صاحب نے یہ فیصلہ سر ظفر اللہ خان صاحب کے مشورہ اور ہدایت کے بعد کیا ہے"

(ٹریبیون 5 مارچ 1947ء)

باؤنڈری کمیشن میں خدمات

جہاں تک مسلم لیگ کی طرف سے باؤنڈری کمیشن کے سامنے کیس پیش کئے جانے کا تعلق ہے اس نہایت اہم ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے قائداعظم نے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو ہی منتخب کیا آپ نے مسلم لیگ کا کیس تیار کر کے 26 تا 30 جولائی 1947ء حد بندی کمیشن کے سامنے بڑے مدلل اور پر شوکت انداز میں پیش کیا۔ اس فقید المثال خدمت کا ذکر کرتے ہوئے اخبار نوائے وقت نے لکھا:

"سر ظفر اللہ خان صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت مدلل نہایت فاضلانہ اور نہایت معقول بحث کی۔ .... سر ظفر اللہ خان کو کیس کی تیاری کے لئے بہت کم وقت ملا مگر اپنے خلوص اور قابلیت کے باعث انہوں نے اپنا فرض بڑی خوبی کے ساتھ ادا کیا ہمیں یقین ہے کہ پنجاب کے سارے مسلمان بلالحاظ عقیدہ ان کے اس کام کے معترف اور شکرگزار ہوں گے"

(نوائے وقت لاہور یکم اگست 1947ء)

حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو معروف قانون دان احمد سعید کرمانی کا خراج تحسین

سر ظفر اللہ جیسا آدمی صدیوں میں پیدا ہوگا۔ انہوں نے ایسی ایڈووکیسی کی کہ اس کی دنیا میں کوئی اور مثال نہیں

پاکستان کے معروف سیاستدان اور ماہر قانون جناب احمد سعید کرمانی سابق صوبائی وزیر خزانہ مغربی پاکستان۔ صدر کنونشن لیگ مغربی پاکستان جن کو تحریک پاکستان کے موقعہ پر نمایاں خدمات کا موقعہ ملا اور باؤنڈری کمیشن پنجاب میں مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے والے سر ظفر اللہ خان صاحب کے ساتھ بطور معاون تھے۔ جناب کرمانی صاحب کا ایک تفصیلی انٹرویو منیر احمد منیر نے کیا یہ انٹرویو قومی ڈائجسٹ اگست 2002ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس انٹرویو سے صرف حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے بارے میں ان کے تاریخی مشاہدات والا حصہ قارئین الفضل کے مطالعہ کے لئے پیش خدمت ہے۔

س۔ ...... باؤنڈری کمیشن میں چوہدری ظفر اللہ خان کے انتخاب کو آپ قائداعظمؒ کی مردم شناسی سے تعبیر کرتے ہیں؟

ج۔ ...... قائداعظمؒ نے رائٹ مین فار رائٹ جاب چنا۔ ظفر اللہ خان کی چائس بھی قائداعظم کی تھی۔ ظفر اللہ خاں قیام پاکستان کے موقع پر نواب آف بھوپال کے آئینی مشیر تھے۔ قائداعظمؒ نے بلایا کہ آپ باؤنڈری کمیشن کے آگے مسلم لیگ کا کیس آرگو کریں۔ وہاں سے اچھی خاصی تنخواہ اور مراعات چھوڑ کے آ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ قائداعظمؒ کو اللہ تعالیٰ نے مردم شناسی دی تھی۔

س۔ ...... اس زمانے میں چودھری صاحب سے آپ کا رابطہ کس طرح ہوا۔ کیونکہ چودھری صاحب نے اس سلسلے میں آپ کی دوڑ دھوپ کا ذکر کیا ہے۔

ج۔ ...... میں نیا نیا وکیل ہوا تھا۔ مجھے ظفر اللہ خاں کے پاس لے گئے ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین بیرسٹر۔ بڑے نامور آدمی تھے۔

س۔ ...... قیام پاکستان کے بعد پنجاب اسمبلی کے سپیکر بھی رہے۔

ج۔ ...... ہاں۔ فضل حسین نے انہیں اٹھنے نہیں دیا، لیکن پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ کے ممبر۔ غیر معمولی اعزاز ہوتا تھا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کی کورٹ کے ممبر تھے۔ یہ بھی غیر معمولی اعزاز تھا۔ He was a big man مجھے خود ناظم الدین نے کہا۔

دراصل فضل حسین کو وائسرائے نے کہا آپ بیمار ہو گئے ہیں۔ مجھے پنجاب میں سے کوئی مسلمان Suggest (تجویز) کریں۔ یہ وائسرائے نے کہا (میاں) فضل حسین سے۔ وہ بیمار ہو کے لاہور آ گئے تھے۔ انہوں نے کہا سر فیروز خاں نون۔ اس نے کہا، نو۔ "سر سکندر"۔ "نو"۔ "سر عبدالقادر"۔ "نو"۔ "سر شہاب الدین"۔ "نو"۔ وائسرائے نے کہا آپ ہائی کورٹ بار میں سے کوئی نام دیں۔ فضل حسین نے کہا، دو ہی بندے ہیں بار میں۔ ایک ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، دوسرے چودھری ظفر اللہ خاں۔ شجاع الدین کا نام میں اس لئے ریکمینڈ نہیں کرتا کہ اس نے میری دو دفعہ پبلک بے عزتی کی میٹنگوں میں۔ انہوں نے ظفر اللہ خاں کا نام ریکمینڈ کر دیا۔ پھر انہوں نے اپنے چائس کا جواز پیش کیا۔

س۔ ...... باؤنڈری کمیشن کے سلسلے میں ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین آپ کو چودھری ظفر اللہ خاں کے پاس لے گئے۔

ج۔ ...... خلیفہ شجاع الدین مجھے ان کے پاس لے گئے۔ میں نے دیکھا وہ تو جٹ بوٹ آدمی ہیں، پنجابی بول رہے ہیں۔ "کدوں آئے ساؤ"۔ "کدوں جاؤ گے"۔ مجھے یاد ہے، شہر میں کرفیو لگا تھا۔ پاس ہمیں ملا تھا۔ میں رات کے وقت دیر سے آیا۔ میری والدہ مرحومہ امرتسر کی تھیں۔ ہم اپنی والدہ کو آپو کہتے تھے۔ میں نے آ کے والدہ سے کہا، آپو! قائداعظمؒ بڑے دانا آدمی ہیں، وہ ظفر اللہ خاں، ایک جٹ بوٹ کو لے آئے ہیں۔

س۔ ...... باؤنڈری کمیشن کے سامنے بحث کرنے کے لئے۔

ج۔ ...... بحث کرنے کے لئے۔ میری ماں سکتے میں آ گئیں۔ وہ کہنے لگیں، اتنے سمجھدار آدمی قائداعظمؒ اور وہ اس قدر غلط آدمی کو لے آئے ہیں۔ میری والدہ ساری رات نفل پڑھتی رہیں کہ امرتسر پاکستان میں آ جائے۔ میرے نانا مرحوم وہاں کے تھے صبح میں ناشتہ کر کے سائیکل پہ بیٹھا اور سر مراتب علی کی کوٹھی (ڈیوس روڈ) پہنچ گیا۔ ظفر اللہ خاں کی کار میں میں بیٹھ گیا۔ انہوں نے دو باتیں عجیب کیں۔ ایک تو جس گاڑی میں جا رہے تھے اسے ڈرائیور ہائی کورٹ کے مال روڈ والے گیٹ پہ لے گیا۔

س۔ ...... اسی چیمبر کے سامنے والا۔

ج۔ ...... ہاں۔ ظفر اللہ خاں نے کہا، رکیں۔ ڈرائیور نے گاڑی روک لی۔ چودھری صاحب نے کہا، یہ راستہ ججوں کے لئے ہے۔ ڈرائیور کہتا ہے: آپ خود جج رہے ہیں۔ ظفر اللہ خاں نے کہا، اس وقت میں لیا ہوں۔ چپ۔ گاڑی کے اگلے پہیے اندر تھے، پچھلے ابھی باہر تھے۔ چودھری صاحب نے ڈرائیور سے کہا وکیلوں کے گیٹ کی طرف لے چلیں۔ چنانچہ وہ ادھر سے گیا۔

میں بڑا حیران ہوا کہ یہ تو بڑا بااصول آدمی ہے۔ چودھری صاحب ججوں والے گیٹ میں چلے جاتے تو کسی نے مائنڈ نہیں کرنا تھا۔ عدالت میں بڑا رش تھا۔ بڑی پولیس۔ آگے پیچھے۔ فسادات بھی ہو رہے تھے نا۔ ان کے پیچھے مرزا بشیر الدین محمود بیٹھے تھے۔ وہ ایک غیر معمولی عالم آدمی تھا۔ وہ کوئی نامانگ رہا تھا۔ اور پھونکیں مار رہا تھا۔ کبھی کبھی ظفر اللہ خاں کو چٹ بھی دے دیتا تھا کہ یہ بات اس طرح کریں۔ جسٹس دین محمد نے غصہ کیا، کہا، نا نا نا۔ Don't interrupt (مداخلت نہ کریں)۔ چودھری صاحب نے غصہ کیا کہ I will not argue (میں آرگو نہیں کروں گا)۔ انہوں نے غصہ کیا کہ میرے امیر کو اس طرح کہا ہے۔ چودھری صاحب نے کہا، میں کسی کو بھی کنسلٹ کر سکتا ہوں۔ لو جی ہم مسلمانوں کے چہرے اتر گئے کہ یہ دونوں ہی آپس میں لڑ پڑے ہیں، ظفر اللہ خاں اور دین محمد۔ دین محمد کو خدا نے سمجھ دے دی۔ کہا، کہ میرا خیال تھا کہ آپ کو کوئی انٹرپٹ نہ کرے۔ آپ میری بات بھول جائیں۔ ہم کارروائی آگے بڑھاتے ہیں۔ دین محمد بڑا کھرا ٹھیٹ جج تھا۔ گوجرانوالہ کا کشمیری پہلوان۔ جب دین محمد Apologetic (معذرت خواہ) ہوا پھر چودھری صاحب نے دلائل دینا شروع کئے۔

منیر صاحب! میں نے کہا یا اللہ یہ بول رہے ہیں۔ یہ کہاں سے خطابت آ گئی ہے۔ کوئی الفاظ تھے۔ کوئی باتیں تھیں۔ بیان سے باہر۔

اے مصور تیرے ہاتھوں کی بلائیں لے لوں

چودھری صاحب اس طرح چلے ہیں جس طرح دریا کی لہریں مستی میں اٹھکیلیاں کرتے ہوئے جا رہی ہیں کوئی Language (زبان) اس شخص نے بولی کوئی فلو تھا کوئی الفاظ کی شوکت تھی، کوئی معنوں میں گہرائی تھی۔ ہائے ہائے۔ بہر حال، میں اس پہ کتاب لکھ سکتا ہوں۔ میں ساڑھے پانچ بجے گھر پہنچا۔ میری والدہ مرحومہ میرا انتظار کر رہی تھیں۔ کہنے لگیں پتر کیا بنا۔ میں نے کہا، آپو! ظفر اللہ نے کمال کر دیا ہے۔ کہنے لگیں، کل تو نے میری جان نکال دی تھی یہ کہہ کے کہ ظفر اللہ تو جٹ بوٹ آدمی ہے۔ میں نے کہا، آپو انہوں نے بڑا کمال کیا ہے۔ پھر میری ماں نے فی الفور سجدہ کیا کہ شکر ہے، میرے بیٹے کی کل کی اطلاع غلط ثابت ہوئی ہے۔ میں غمگین تھی کہ کیا بنے گا۔

چودھری صاحب نے جو پھر بحث کی، **ایڈووکیسی کی ہسٹری میں انڈیا کی نہیں، انگلینڈ کی نہیں، امریکہ کی نہیں، پوری دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ آپ نہ مانیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔** اور سیتل واڈ جو بعد میں انڈیا کا اٹارنی جنرل بنا، وہ انڈیا کی طرف سے پیش ہو رہا تھا، کانگریس کی طرف سے۔ اس نے کہا، **کہ اس مقدمے کا فیصلہ دلائل کی بنیاد پر ہوتا ہے تو ظفر اللہ خان جیت چکے ہیں۔** اور میں نہیں سمجھتا کہ اس سے اچھے آرگومنٹس مسلم انڈیا کی طرف سے کوئی پیش کر سکتا ہے۔ سیتل واڈ نے ٹریبوٹ (خراج) پیش کیا اوپن کورٹ میں۔ وہ تو پھر انگریز نے بدمعاشی کی نا۔ ریڈکلف نے جوایوارڈ دیا۔

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ظفر اللہ نے کمال کر دیا۔ اور اس قدر ٹیچل آدمی۔ دوپہر ہوئی تو کہنے لگے، کھانے کے لئے چلیں۔ چودھری صاحب تکہ کباب کے بڑے شوقین تھے۔ کہنے لگے، اگر مراتب علی کے گھر گئے تو وہ دور ہے۔ انارکلی چلتے ہیں۔ انارکلی چوک میں مسلمان کبابیہ تھا۔ وہاں گاڑی میں بیٹھ کے کباب کھائے، ساتھ نان۔ ہاتھ بھی صحیح طرح صاف نہیں ہوئے۔ کہنے لگے اب واپس چلتے ہیں بحث ہونی ہے۔

ظفر اللہ خاں کی یادداشت بہت زبردست تھی! انہیں یہ بھی پتہ تھا، لاہور سے بمبئی تک کون کون سے سٹیشن آتے ہیں۔ وہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ چھوڑو! ان کا مسلک جو بھی تھا، وہ ایک الگ چیز ہے۔

س۔ ...... وہ ان کا ذاتی معاملہ تھا۔

ج۔ ...... وہ سپر یٹ اشو ہے۔ لیکن وہ بڑا گریٹ آدمی تھا۔

س۔ ...... "وہ تو چلو مرزائی ہیں۔ ہمارے اپنے اندر کیا ہے۔ میں علمائے دیوبند سے متاثر اور ان کا قائل ہوں، اب بھی۔ مولانا احمد علی مولانا مودودی کو ایک طرح سے کافر کہتے رہے۔ ہمارے علما بریلویوں کو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں۔"

ج۔ ...... کسی نے کہا کہ کرمانی تو تو احمدی نہیں؟ میں نے کہا، بات یہ ہے کہ میں اگر سہگل کی گائیکی کی تعریف کروں، اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں ہندو ہو گیا ہوں۔ یا میرے بچپن میں لاہور میں اسے ون کار پینٹر سکھ ہوتے تھے۔ کرسی میز بنانے کے بادشاہ

تھے- میں کہوں کہ سردار اوتار سنگھ بڑی اچھی کری بناتا ہے' اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں نے سکھ مت قبول کرلیا ہے- میں نے تو اس کے فن کی تعریف کی ہے- اسی طرح میں چودھری ظفراللہ خاں کے فن خطابت اور فن ایڈووکیسی کی تعریف کرتا ہوں-

بہرحال' ان کی قابلیت غیر معمولی' اور ان کا کنٹری بیوشن یہ ہے کہ جب وہ پہلے روز آئے میٹنگ کی- میں اس میٹنگ میں موجود تھا ممدوٹ ولا میں- چودھری صاحب نے کہا' کوئی میٹیریل ہے- سب نے کہا' ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے- چودھری صاحب نے کہا' اچھا پھر مجھے چھوڑ دیں- ایک دن رہ گیا ہے- میں تیاری کروں- پھر خواجہ عبدالرحیم' ان لوگوں نے بڑھ چڑھ کے ان کی مدد کی- اور کچھ لوگ جو ریونیو کے پی سی ایس افسر تھے- انہیں ان ضلعوں کی پتہ ہوتی تھی کہ زیرہ کہاں ہے' فیروزپور کہاں ہے' بٹالہ کہاں ہے' پٹھان کوٹ کہاں ہے- وہ لوگ اکٹھے ہوئے- بلائے گئے- وہ اجازت تھی گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے کہ آپ ہمارے سٹاف سے استفادہ کر سکتے ہیں- خواجہ رحیم نے ٹیلی فون کرکے بندے اکٹھے کئے- انہوں نے پھر چودھری صاحب کو بتایا' یہ آبادیاں ہیں' یہاں یہ زمین ہے- یہاں یہ پوزیشن ہے' زیرہ میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے- فیروزپور تحصیل میں مسلمانوں کی آبادی کم ہے- سکھوں کی زیادہ ہے- سارے فیکٹس اینڈ فگرز دیئے-

س- ...... چودھری صاحب کہتے ہیں' خواجہ عبدالرحیم اس وقت کمشنر راولپنڈی تھے' وہ ان دنوں مہاجرین کے سلسلے میں لاہور آئے ہوئے تھے- انہوں نے آبادیوں کے کچھ اعداد و شمار جمع کیے ہوئے تھے' وہ مجھے دے گئے شاید آپ کے کام آسکیں- وہ اعداد و شمار پھر کام آئے بھی- .

ج- ...... ہاں-

س- ...... پٹھان کوٹ کا جو الزام لگاتے ہیں چودھری صاحب پر-

ج- ...... شیخ بشیر احمد وکیل تھے احمدیوں کے- پھر جج ہائی کورٹ بھی رہے- وہ احمدی جماعت لاہور کے امیر تھے- وہ باؤنڈری کمیشن میں احمدیوں کی طرف سے پیش ہوئے انہوں نے جم کے سپورٹ کیا پاکستان کو-

س- ...... باؤنڈری کمیشن کے سامنے-

ج- ...... ہاں- انہوں نے میمورنڈم پیش کیا- اس میں تائید کی ہے پاکستان موومنٹ کی- اور کہا ہے کہ مسلمانوں کا یہ مطالبہ ٹھیک ہے- میں موجود تھا وہاں یہ فیکٹ آف لائف ہے' کوئی مانے نہ مانے' لیکن احمدیوں نے قیام پاکستان کی تحریک کا ساتھ دیا- میں احمدی نہیں ہوں-

س- ...... ساری دنیا کو پتہ ہے کہ آپ احمدی نہیں-

ج- ...... شوکت حیات کو قائداعظم نے بھیجا تھا وہ گیا- مولانا مودودی کے پاس اور مرزا بشیرالدین محمود کے پاس- بشیرالدین محمود سے انہوں نے کہا کہ قائداعظم نے کہا کہ آپ نے الیکشن میں کچھ آدمی کھڑے کر دیئے ہیں' آپ انہیں بٹھائیں- بشیرالدین محمود نے کہا' قائداعظم سے کہہ دیں کہ شام کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے سب بیٹھ جائیں گے- اور انہوں نے مسلم لیگ کو سپورٹ کیا- جب شوکت حیات مولانا مودودی کے پاس گئے پٹھان کوٹ- انہوں نے کہا جناح صاحب کی مسلمان ٹائپ کی زندگی نہیں ہے- داڑھی نہیں' یہ نہیں' وہ نہیں-

س- چودھری صاحب کا موقف ہے اگر ہم ضلع یونٹ بناتے-

ج- ...... گورنمنٹ آف پاکستان نے ڈاکومنٹس آف پارٹیشن کتاب چھاپی ہے-

س- ...... کے ایچ خورشید نے کہا' مذہبی معاملات تو چودھری صاحب کے اپنی جگہ جو باؤنڈری کمیشن کا انہوں نے باب لکھ دیا ہے وہ بالکل درست ہے-

ج- ...... اس سوال کا جواب دیں کہ آخر اس مقصد کے لئے قائداعظم نے انہیں کیوں منتخب کیا-

س- ...... قائداعظم کو تو کوئی مجبور نہیں کر سکتا تھا-

ج- ...... نہیں' نہیں' نہیں- وہ تو بے تاج بادشاہ تھے مسلمانوں کے- چودھری محمد ظفراللہ خاں بڑے آدمی تھے- ان میں Humbleness (عاجزی) بہت تھی- صوم و صلوٰۃ کے پابند- وظیفہ بہت پڑھتے تھے- سر ظفراللہ جیسا آدمی صدیوں کے بعد پیدا ہوگا- برا نہ منائیں' سر ظفراللہ صدیوں کے بعد پیدا ہوگا- میں ان پر کتاب لکھ سکتا ہوں- وہ بڑا آدمی تھا- بہت کم لوگوں کو پتہ ہے' وائسرائے آف انڈیا اقبال کو (تیسری) راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں بھیجنے کے لئے تیار نہ تھا- ظفراللہ نے وائسرائے کے ساتھ آرگو کیا- اور ایک بات پر انہوں نے وائسرائے کو قائل کرلیا کہ انڈیا مسلم یوتھ بڑا متاثر ہے اقبال سے-

چودھری صاحب راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں گئے' تو وہاں ایک کیس لگا تھا جو انہوں نے لاہور ہائیکورٹ میں کیا تھا- انہیں اطلاع ملی- یہ چلے گئے پریوی کونسل میں- پیچھے بیٹھ کے سن رہے ہیں- انگریز بول رہا تھا تو چودھری صاحب Restlessness (بے چینی) محسوس کر رہے تھے- کسی نے ان سے وجہ پوچھی تو چودھری صاحب نے بتایا' یہ کیس میں نے بیرسٹر کی حیثیت سے لاہور ہائی کورٹ میں آرگو کیا ہوا ہے- اور یہ اس طرح سے ہے- چار سال بعد بھی انہیں سب یاد تھا- کہنے لگے' یہ صفحہ پڑھو' یہ صفحہ پڑھو' انگریز پاگل ہو گئے-

س- ...... چودھری صاحب کہتے ہیں اگر ہم ضلع کو یونٹ بناتے تو ہمیں زیادہ علاقہ انہیں دینا پڑتا- ہم نے تحصیل کو یونٹ بنایا' اس سے ہمارا علاقہ بڑھ گیا- ضلع بناتے تو گورداسپور کی وجہ سے پٹھان کوٹ آجاتا' لیکن اور بہت علاقے ہمیں چھوڑنے پڑتے- کہنے لگے' کشمیر کا اس وقت مسئلہ ہی نہ تھا-

ج- ...... بہرحال' By all standards he was a great man (وہ ہر طرح سے ایک عظیم انسان تھے)- جب پاکستان بھارت بن گیا ہے- گورنمنٹ آف انڈیا نے ایوارڈ کا اعلان

آ دکو یرن بھیجا' ایران کا جھکاؤ بھارت کی طرف ہو گیا۔ پھر حکومت پاکستان نے ابوالکلام آزاد کی کوشش کو کارت کرنے کے لئے چوہدری ظفر اللہ خاں و ہاں بھیجا۔ وہاں جو نیکی نا یب کا آدمی تھا کہتے ہیں کہ۔

س۔ آیت اللہ۔

ج۔ آیت اللہ ۔س نے چ دو چار بندہ بلایا۔ جسے پر ممبر آف پارلیمنٹ' لیڈر' پروفیسر' سفیر' انجینئر' سائنسٹ وغیرہ۔ کھانا ہوا۔ بعد میں گانا ہوا۔ تہران جیسا شہر' میوزیشن ایرانی حافظ شیرازی ایرانی' اس کا کلام انہوں نے پڑھا۔ خفقاں سا گھنٹہ۔ آیت اللہ نے چوہدری صاحب سے مینٹس مانگے۔ چوہدری صاحب Adjective (اسم صفت) بڑے اچھے بولتے تھے۔ کہنے لگے ' W o n d e r f u l (نہایت عمدہ) Fascinating (مسحور کن)

I have enjoyed very much.

(میں بہت لطف اندوز ہوا ہوں) لیکن گایک حافظ شیرازی کی نظم میں یہ دو شعر بھول گیا ہے۔ اور وہ دو شعر یہ ہیں۔

تہلکہ مچ گیا' تہران شہر یرن کا' گانے والے ایرانی' شاعر حافظ شیرازی ایرانی۔ ور پوائنٹ آؤٹ کر رہا ہے ظفر اللہ خاں پاکستانی - روئے ہوئے ہونے۔ نمبر تو - کسی نے کہا کہ ظفر اللہ خاں ابوالکلام آزاد جتنی عربی جانتا ہے۔ سننے والوں نے کہا' نان سینس' یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کسی نے کہا' آخری دنوں میں ظفر اللہ خاں قرآن حکیم کی تفسیر لکھ رہے تھے بزبان انگریزی تفسیر وہ لکھ سکتا ہے قرآن کی جسے عربی پر عبور ہو۔ Zafarullah Khan was an extraordinary man. (ظفر اللہ خاں غیر معمولی انسان تھے)۔

س۔ انہوں نے پھر ابوالکلام آزاد کی ساری کوشش کی نفی کردی؟

ج۔ جب ظفر اللہ خاں کو یہاں سے نکالا ہے (وزارت سے) تو جواہر لال نہرو نے پیغام بھیجا ظفر اللہ خاں کو۔ انہوں نے کہا - No نہیں گئے۔

س۔ قیام پاکستان کے موقعہ پر بھی انہیں پیشکش ہوئی تھی۔

ج۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ظفر اللہ خاں کا Loss (ضیاع) پاکستان کا Loss بھی تھا۔ یہ عرب ورلڈ کا Loss بھی تھا۔

شاہ فیصل سعودی عرب کے وزیر خارجہ رہے ہیں۔ ابن سعود کے انتقال کے بعد وہ بادشاہ بنے۔ وہ ظفر اللہ خاں کے عاشق تھے۔ انہوں نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو حضور ؐ کے روضہ قدس کے اندر جانے کی اجازت دی۔ عام طور پر وہ اجازت نہیں دیتے۔

س۔ مصر میں کیا حالت تھی؟

ج۔ مصر میں جب میں گیا ہوں' وہاں جو پرانے ڈپلومیٹ تھے وہ چوہدری صاحب کے بڑے مداح تھے۔ جب یہاں احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی پارلیمنٹ میں بحث ہو رہی تھی' وہاں ایمبیسی کے تہہ خانہ میں میں گیا تو دیکھا چوہدری ظفر اللہ خاں کا مجسمہ پڑا تھا عرب لیگ نے انہیں عرب کاز پر ان کی خدمات کے عوض دیا تھا۔ میں نے اسے دھلوایا اور اپنے آفس میں جایا۔ میرا اسٹاف مجھے کہنے لگا' وہاں تو انہیں گالیاں پڑ رہی ہیں۔ میں نے کہا' اسے میرے کمرے میں رکھیں یہ پاکستان کو تر بیوٹ ہے۔ He has also a great name in Egypt (مصر میں بھی ان کا بڑا نام تھا) پرانے ڈپلومیٹ سارے انہیں جانتے تھے۔ وہ چوہدری صاحب کی تعریف میں رطب اللسان رہتے۔ لاہور میں انتقال ہوا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال اور جنرل جیلانی (تب گورنر پنجاب) ان کے جنازے میں شامل ہوئے۔

س۔ انہوں نے پڑھا جنازہ

ج۔ ہاں۔ نان احمدیوں میں یہ دو تھے۔

س۔ آپ کہتے ہیں شاہ فیصل چوہدری ظفر اللہ خاں کے عاشق تھے' یہ بھی مشہور ہے کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دلانے میں شاہ فیصل کا دباؤ تھا۔

ج۔ نہیں۔ یہ مولویوں کے دباؤ پر۔

س۔ مولویوں سے زیادہ بھٹو کی ذاتی صوابدید پر ہوگا' مولوی لوگ حکومتی اشیرباد کے بغیر کہاں کوئی موومنٹ چلاتے ہیں۔

ج۔ جی ہاں۔

س۔ پروفیسر وارث میر صاحب یونیورسٹی ہاسٹل میں سپرنٹنڈنٹ بھی تھے۔ 73ء میں ربوہ سے طلبہ کی ٹرین گزر رہی تھی۔ ربوہ ریلوے سٹیشن پر ہنگامہ ہو گیا۔ لڑکوں کو مارا پیٹا گیا۔ وہیں سے اینٹی قادیانی موومنٹ کا آغاز ہوتا ہے۔ وارث میر صاحب لکھتے ہیں اس ہنگامے سے دو روز قبل انہیں حکومت کا آرڈر ملا کہ ہاسٹل میں سے مرزائی طلبہ کو نکال دیں۔

ج۔ بھٹو بھی عجیب سی آدمی تھے۔

س۔ آپ نے کہا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد ایران گئے' ایران کو بھارت کی طرف مائل کرنے کے لئے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں مولانا آزاد کا اثر زائل کرنے کے لئے وہاں گئے۔

ج۔ ہاں۔

س۔ کر آئے ختم۔

ج۔ ہاں۔

س۔ مولانا آزاد خضر حیات ٹوانہ کی غور میں یہاں بھی تو آئے تھے لاہور۔

ج۔ آئے تھے۔

س۔ اس معاملے کو بھی ختم چوہدری ظفر اللہ خاں نے کیا۔ خضر حیات ٹوانہ کو قائل کیا کہ مسلم لیگ کے حق میں استعفیٰ دے دو۔

ج۔ ہاں۔ ظفر اللہ خاں لاہور آئے۔ خضر حیات نے کہا کہ میں وائسرائے سے ملا تھا اس نے مجھے کہا ہے کہ ہم نہیں جا رہے ہیں۔ چوہدری

باقی صفحہ 6 پر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشادات

وطن کی محبت میں اپنی سنہری درخشندہ تاریخ کی حفاظت کریں

خدا کی قسم ہمیں پاکستان سے پیار ہے

وطن عزیز کے قیام میں احمدیوں نے عظیم الشان قربانیاں پیش کی ہیں

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ہجرت انگلستان کے معاً بعد یکم مئی 1984ء کو احباب جماعت کے نام ایک روح پرور پیغام اپنے قلم مبارک سے ارسال فرمایا جس میں حضور نے یہ بھی تحریر فرمایا:۔

''پاکستان کے احمدیوں کے نام بالخصوص میرا یہ پیغام بھی ہے کہ آنحضور ﷺ کے اس مقدس فرمان کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور حرز جان بنائیں کہ حب الوطن من الایمان وطن کی محبت ایمان ہی کا ایک جزء ہے۔ وطن کی محبت میں اپنی سنہری درخشندہ تاریخ کی حفاظت کریں۔ یہ وہ عزیز وطن ہے جس کے قیام میں آپ نے عظیم الشان قربانیاں پیش کی ہیں اور قائداعظم محمد علی جناح نے جس خدمت کے لئے آپ کو بلایا آپ نے پورے خلوص کے ساتھ ان کی آواز پر لبیک کہا۔

جب بھی وطن عزیز کو کوئی خطرہ پیش آیا آپ صف اول کی قربانیاں کرنے والوں میں شامل رہے۔ تاریخ پاکستان میں دوسرے محبان وطن کے دوش بدوش آپ کے نام بھی انمٹ سنہری حروف میں کندہ رہیں گے۔

یاد رکھیں آپ نے اپنی اس حیثیت کو ہمیشہ برقرار رکھنا ہے۔ صف اول کے شہری کی یہی حقیقی تعریف ہے۔ بلاشبہ وہی صف اول کا شہری ہوتا ہے جو ابتلاؤں اور خطرات اور قربانیوں کے میدان میں صف اول کا محب وطن ثابت ہو۔ اگر آپ اپنے اس امتیاز کی حفاظت کریں گے تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو صف دوم یا صف سوم یا صف چہارم کا شہری بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ دوسروں کے حقوق کے استحصال سے آپ کبھی صف اول کا شہری نہیں بن سکتے ہاں اہل وطن کی خاطر اپنے حقوق کی قربانی سے آپ بلاشبہ ہمیشہ صف اول کے شہریوں میں اپنے ممتاز مقام کو قائم رکھیں گے۔'' (الفضل 8 رمئی 1984ء ص 8)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے جلسہ سالانہ برطانیہ 1986ء کے اختتامی خطاب 27 رجولائی کو فرمایا:

''پاکستان کے لئے بھی دعائیں کرو کیونکہ سب سے زیادہ محبت ہمیں پاکستان سے صرف اس لئے نہیں کہ وہ ہمارا یعنی پاکستان سے آنے والوں کا وطن ہے بلکہ ...... ساری دنیا میں یہ ایک ہی ملک ہے جو کلمے کے نام پر وجود میں آیا تھا ...... پس چونکہ آغاز کے طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خدا کے نام پر یہ ملک جیتا گیا تھا اس لئے ہماری محبت بہرحال قائم رہے گی ...... پس اے پاکستان کے عظیم وطن! خدا کی قسم ہمیں تجھ سے پیار ہے ...... اور وہ سارے احمدی بھی جن تک تیری سرزمین میں پیدا ہونے والوں نے پیغام حق پہنچایا تھا وہ بھی تیرے ممنون ہیں اور ہمیشہ ممنون احسان رہیں گے اس لئے وہ بھی تیرے لئے دعا کرتے رہیں گے''۔ (روزنامہ الفضل 13 راگست 1998ء)

پاکستان کا نوبیل انعام یافتہ سپوت-ڈاکٹر عبدالسلام صاحب

تحریر: فرحت اللہ بابر صاحب

انگریزی سے ترجمہ: احمد منتصر قمر صاحب

نوٹ: انگریزی روزنامہ ڈیلی ٹائمز لاہور (Daily Times) میں معروف دانشور، مضمون نگار اور پاکستان پیپلز پارٹی کے ترجمان جناب فرحت اللہ بابر صاحب کا ایک آرٹیکل عالمی شہرت کے حامل پاکستانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بارہ میں شائع ہوا- اس کا اردو ترجمہ قارئین کے لئے پیش کیا جارہا ہے-(ادارہ)

تقریباً چھ سال قبل پاکستان کے پہلے اور واحد نوبیل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام ایک بیماری کے باعث وفات پاگئے- آپ اس بیماری کے دوران سن سکتے تھے اور سمجھ سکتے تھے لیکن بول نہ سکتے تھے- 21 نومبر کو آپ کی برسی تھی- جو آکر خاموشی سے گزر گئی- اس عظیم سائنسدان کو حکومتی سطح پر بھی کوئی خراج تحسین پیش نہ کیا گیا- شاید اس وقت کی حکومتی مشینری جمہوریت کی نام نہاد گاڑی کو پٹڑی پر چڑھانے میں کچھ زیادہ ہی مصروف تھی......... بہت کچھ کہا سنا گیا لیکن ڈاکٹر سلام کی سائنسی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے اور اس شہرت اور عزت کو جو انہوں نے اس قوم کے لئے حاصل کی تازہ کرنے کے لئے ایک لفظ بھی نہ کہا گیا-

شاید اس بے حسی کی وجہ کچھ اور ہی تھی- سلام کی ساتویں برسی سے ایک رات قبل جب ان کے کچھ دوست انہیں خراج تحسین پیش کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے تو مذہبی جماعتوں کے بعض شدت پسند عناصر نے خبردار کیا کہ اس خراج تحسین کے خطرناک نتائج برآمد ہوں گے- درحقیقت وہ سلام کو ان کے مذہبی نظریات اور عقائد کی وجہ سے ابھی تک معاف نہ کر سکے تھے- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تو یہاں تک کہا کہ سلام کی یاد میں منایا جانے والا کوئی بھی پروگرام درحقیقت اسلام کو بدنام کرنے کے مترادف ہوگا اور یہ بھی کہ ڈاکٹر سلام کے خلاف پاکستان کو دنیا میں بدنام اور شرمندہ کرنے کے الزام میں مقدمہ درج ہونا چاہئے- آخر جنرل مشرف کی حکومت نے پارلیمنٹ میں ان مولویوں کے ارکان کی ساٹھ کی تعداد کو دیکھتے ہوئے شاید یہی مناسب خیال کیا کہ کوئی پروگرام تشکیل نہ دیا جائے اور برسی نہ منائی جائے- سلام صاحب کو فزکس میں نوبیل انعام 1979ء میں ملا- آپ کے ساتھ دو مزید سائنسدانوں کو بھی یہ اعزاز دیا گیا- دراصل ان تینوں نے یہ ثابت کیا تھا کہ کائنات میں چار مختلف طاقتیں دراصل دو ہیں- ڈاکٹر سلام صاحب نے تو آزادانہ طور پر یہ بھی ثابت کیا کہ یہ دو بھی دراصل ایک ہی ہیں-

سپارکو کے بانی چیئرمین

سلام صاحب نے پاکستان کو خلائی ترقی کے دور میں بھی داخل کیا اور سپارکو "Pakistan space and upper Atmospheric Research Committee" کے بانی چیئرمین بھی بنے- آپ صدر پاکستان کے چیف سائنٹفک ایڈوائزر بھی رہے- 1974ء میں اس وقت کی حکومت کی طرف سے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کے بعد آپ نے اس عہدے سے استعفیٰ دے دیا- تاہم مرحوم وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی درخواست پر آپ نے اہم سائنسی امور میں ہمیشہ اپنے مشورے سے نوازا- اگرچہ ان کے پاس کوئی سرکاری عہدہ نہیں تھا تاہم پاکستان میں سائنسی امور سے متعلقہ جملہ امور میں ان کی رائے ہمیشہ لی جاتی-

تیسری دنیا کے لئے عظیم خدمات

تیسری دنیا میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے لئے سلام صاحب کے بیش بہا کارناموں میں سے سب سے بڑا اٹلی میں ''ٹریسٹ'' کے مقام پر انٹرنیشنل سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس کا قیام ہے- یہ ادارہ 1964ء میں قائم کیا گیا- اس کا تخیل سلام صاحب نے پیش کیا- اور پھر اس تخیل کو حقیقت کا روپ بھی دے دیا- ایک اعلیٰ یونیورسٹی کی طرف سے آپ کو اعزازی ڈگری دیئے جانے کی تقریب میں ایک اہم مقرر نے کہا کہ ''ٹریسٹ'' کا ادارہ ڈاکٹر سلام صاحب کی بے انتہا انتھک لگن اور نہایت اعلیٰ سوچ کا نتیجہ ہے- دراصل سلام صاحب کی خواہش تھی کہ یہ ادارہ پاکستان میں بنے- لیکن صدر ایوب کے اقتصادی مشیروں نے اسے پاکستان کی کمزور مالی حالت کے سبب ایک ناممکن منصوبہ قرار دے دیا- آپ نے صدر ایوب سے ابتدائی طور پر دس لاکھ ڈالر کی گرانٹ کا مطالبہ کیا تھا- لیکن ایسا نہ ہو سکا چنانچہ مجبوراً سلام صاحب نے اٹلی کی حکومت کی تجویز کہ یہ ادارہ اٹلی میں قائم کیا جائے منظور کر لی- تاہم آپ کے دل میں ہمیشہ خواہش رہی کہ اس ادارے کی ایک شاخ اسلام آباد میں بھی کھولی جائے- اور آپ اس کے لئے کوشش بھی کرتے رہے- لیکن دراصل یہ ایسا خواب تھا جو شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکتا تھا-

سلام صاحب کو اپنے وطن سے جو محبت تھی وہ آپ کے ہموطنوں کے برے سلوک کے باوجود کم نہ ہوئی- مذہب کے ٹھیکیداروں نے 1979ء میں ملنے والے نوبیل انعام کے ضمن میں نہ صرف یہ کہ ان کی قابلیت کو نہ مانا بلکہ الٹا نفرت کی نگاہ سے دیکھا- اس سال عیدالفطر سے پہلے چاندرات کے موقع پر مرکزی جامعہ مسجد (لال مسجد) کے امام نے سلام صاحب کو ملنے والے نوبیل انعام کے بارے میں اپنی نفرت کا کھلم کھلا اظہار کیا اور کہا کہ یہودیوں نے یہ اعزاز سلام کو قادیانی اور اسلام دشمن ہونے کی بناء پر دیا ہے- لیکن صرف اتنا کہنے سے شاید اس کا دل تسلی نہ پا سکا- اس نے مزید یہ بھی کہا کہ دراصل سلام صاحب کو یہ اعزاز پاکستان سے ایٹمی راز فاش کرنے کے سبب ملا ہے-

قائداعظم یونیورسٹی کا شعبہ فزکس بھی انہیں اپنے ہاں مدعو کرنا چاہتا تھا- لیکن انتہا پسندوں کے رویے کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا- مجبوراً سلام صاحب کو نوبیل لیکچر ''PINSTECH'' یعنی پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف نیوکلیئر سائنسز اینڈ ٹیکنالوجی میں دینا پڑا- یہ جگہ مولویوں کی پہنچ سے کافی دور تھی-

انہیں اعزازی ڈگری بھی یونیورسٹی کے احاطے میں نہ دی جا سکی- بلکہ یہ پروگرام بھی سابقہ پارلیمنٹ ہاؤس میں کرنا پڑا- اور پولیس کی بھاری نفری تعینات کرنا پڑی تا کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے-

تاہم سلام صاحب نے ان تمام باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی اور کہا کہ ٹھیک ہے تم مجھے ایک غیر مسلم سمجھتے ہو لیکن اپنے ہاں اس (بیت الذکر) کی ایک بنیادی اینٹ تو مجھے رکھنے دو- لیکن انہیں ایسا نہ کرنے دیا گیا-

عالمی سطح پر پذیرائی

خوش قسمتی سے پاکستان سے باہر تمام دنیا نے آپ کی قدر جان لی- آپ تمام دنیا میں ایک مقبول شخصیت تھے- آپ کی برسی کے موقع پر انٹرنیشنل سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس کے ڈائریکٹر نے اپنے خطاب میں کہا کہ ''آیئے سلام کی وفات کی پہلی برسی کے موقع پر اس عظیم الشان انسان کی محنت کے پھل کا ذکر کریں جس نے اپنی تمام شبانہ روز محنت، لگن، توانائی اور سوچ اس ادارے کے لئے وقف کر دی تھی- آیئے اس ادارے کا نام اس کی یاد میں بدل کر عبدالسلام سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس رکھ دیں- ہمارا ایسا کرنا بذات خود ڈاکٹر سلام کے لئے بھی اور اس ادارے کے لئے بھی قابل فخر ہے''

باقی صفحہ 6 پر

تاریخ پاکستان کا ایک باب

قرارداد مقاصد کی منظوری

54 سال پرانی خبر- روزنامہ ڈان سے

کراچی کی ڈیٹ لائن سے یہ خبر دی گئی ہے کہ ہفتہ کے روز پاکستان دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد بغیر کسی ترمیم کے پاس کر دی ہے۔ اسمبلی نے 24 ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی ہے جو ان بڑے بڑے اصولوں کے متعلق رپورٹ کرے گی جن کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کا دستور اس قرارداد مقاصد کے مطابق بنایا جا سکے۔

ایک ترمیم پر جس میں کہا گیا تھا کہ قرارداد مقاصد کا تمہیدی پیرا ترک کر دیا جائے اسمبلی میں تقسیم پر منتج ہوئی اس قسم کی تقسیم اسمبلی میں دوسری دفعہ ہوئی ہے۔ یہ ترمیم دس ووٹوں کے خلاف اکیس ووٹوں سے نامنظور کر دی گئی۔

اس تمہیدی پیرے میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے خیال کو پوری پذیرائی دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاکستانی عوام کے ذریعے پاکستانی حکومت کو محدود حاکمیت کا حق دیا گیا ہے۔

وزیراعظم لیاقت علی خان نے اس قرارداد پر ہونے والی پانچ یوم پر ممتد بحث کو سمیٹتے ہوئے اعلان کیا کہ پاکستان اس قرارداد مقاصد کی بنیاد پر ایک ایسا طرز حکومت تشکیل دے گا جس کے نتیجہ میں ہمارا ملک امن کے نصب العین میں اپنا ایک حقیقی حصہ ڈال سکے انہوں نے کہا کہ یہ ہماری آرزو اور تمنا بہت بڑی ہے لیکن پاکستان ایک عظیم قوم ہے اور وہ اسے ضرور پورا کرے گی۔

انہوں نے کہا کہ اس وقت دنیا کو سب سے زیادہ روحانی اور اخلاقی قدروں کی ضرورت ہے۔ اگر پاکستان کا دستور محض کسی دوسرے ملک کے دستور کو سامنے رکھ کر اس کی نقل کے مطابق بنا لیا جائے تو پاکستان امن کو آگے بڑھانے کے عمل میں کسی قسم کا حصہ نہیں ڈال سکتا۔

چوہدری محمد ظفر اللہ خان، وزیر خارجہ پاکستان نے اپنی پچاس منٹ کی تقریر میں جمہوریت، آزادی، مساوات، قوت برداشت، اور انصاف کے متعلق اسلامی اصولوں پر مبنی ایک واضح تشریح پیش کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں اسلامی تاریخ سے واضح مثالیں پیش کر کے ان تمام امور کی اسلامی نکتہ نظر سے ایک روشن تصویر پیش کی۔ قرارداد مقاصد کے ان اصولوں کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ اصول ان احکام (Directive) کو مبہم اور غیر واضح کرنے کی بجائے ان کی وسعت کو بڑھانے اور ان کے معانی میں گہرائی پیدا کرنے کا موجب ہوں گے۔

(روزنامہ ڈان۔13 مارچ 1949ء)

مکرم غلام مصطفیٰ تبسم صاحب

ایورسٹ پر پہلی بار پاکستان کا جھنڈا لہرایا گیا

17 مئی 2000ء کو پاکستان کے وقت کے مطابق 8 بج کر 30 منٹ پر پاکستان کا جھنڈا بھی دنیا کی بلند ترین چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ پر لہرا دیا گیا۔ یہ کارنامہ 45 سالہ نذیر صابر نے سرانجام دیا۔

نذیر صابر 1955ء میں ہنزہ کے ایک گاؤں ''گوجال'' میں جو وادی چوپرسن میں واقع ہے پیدا ہوئے۔ ان کو شروع سے ہی پہاڑوں سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اور اس دلچسپی اور شوق کی وجہ سے وہ پہاڑوں پر مارے مارے پھرتے تھے۔ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ اور دوسرے پہاڑ سے تیسرے پہاڑ پر۔ نذیر صابر 26 سال کی عمر میں پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے تقریباً سارے پہاڑوں پر پھر چکے تھے۔ نذیر اپنے اس شوق کو پورا کرنے کے لئے نیپال اور جاپان بھی گئے۔ اور دوسرے یورپی ممالک میں بھی۔

پہلی مشہور پہاڑی چوٹی، جو نذیر صابر نے سر کی وہ 7284 میٹر بلند ہنزہ میں ''پاسو'' کی چوٹی تھی۔ یہ انہوں نے 1974ء میں سر کی۔ پھر نذیر نے ایک جاپانی ٹیم کے ساتھ ماؤنٹ گوڈون آسٹن (کے ٹو) 17 اگست 1981ء میں اچی ہوادوتانی کی معیت میں فتح کی اور سردیوں میں انہوں نے جاپان کی مشہور اور خوبصورت چوٹی فیوجی یاما تیز رفتاری کے ساتھ دو گھنٹے میں فتح کر لی۔ 1982ء میں پاکستانی چوٹی 8035 میٹر بلند گیشر بروم سر کر ڈالی۔ 1983ء میں وہ ایک جاپانی ٹیم کے ساتھ نانگا پربت پر چڑھ رہے تھے تو 400 میٹر کی ایک گہری کھائی میں گر گئے مگر خدا نے بچا لیا جب کہ ان کا ساتھی شیمورا نہ بچ سکا اور اپنی جان گنوا بیٹھا۔

1990ء میں وہ کینیڈا میں کوہ راکی میں ہالی وڈ کی ایک ٹیم کے ساتھ K-2 پر جو پاکستان میں دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی ہے، پر ایک فلم بنا رہی تھی۔ ایک تکنیکی مشیر کی حیثیت میں بھی کام کیا۔

1991ء میں ایک اور جاپانی ٹیم کے ساتھ شامل ہوئے جس میں 2 جاپانیوں نے برفانی تودہ گرنے سے اپنی جانیں گنوائیں۔ اس میں بھی نذیر کو اللہ نے بچایا۔ ان جاپانیوں میں سے ایک جاپانی کی بیوی نے اپنے شوہر کی یاد میں ہنزہ میں ایک انگلش میڈیم اسکول قائم کیا۔

دنیا کے پہاڑی مہم جوؤں میں نذیر صابر کی بڑی عزت کی جاتی ہے۔ 1982ء میں نذیر صابر کو صدر پاکستان کی طرف سے حسن کارکردگی کا تمغہ حاصل کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ نذیر صابر کو سیاحت کے متعلق دوسرے ملکوں میں پاکستان کی نمائندگی کا شرف بھی حاصل رہا۔ نذیر صابر کا بیان ہے، جیسے ہی ہم نے چڑھائی شروع کی ''موت کے علاقے'' کے قریب ہم کو سرد اور تیز ہوا کے جھونکے نے آ لیا۔ شاید ہوا کا وہ جھونکا ہمارے انتظار میں تھا۔ ہم نے فوراً ہی اپنا خیمہ گاڑ دیا اور یہ خطرناک ترین رات ہم نے خیمے میں ہی گزاری۔ کبھی کبھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم خیمے کے ساتھ ہی اڑ جائیں گے اور یہ شدید تند اور تیز ہوا ہمارا خیمہ اڑا لے جائے گی۔ صبح کو ہم نے خیمے پر کچھ بھاری پتھر رکھ دیئے تاکہ ہوا سے خیمہ اڑ نہ جائے اور جلد از جلد نیچے کی طرف بیس کیمپ میں بخیریت واپس آ گئے اور صاف اور اچھے موسم کا انتظار کرنے لگے۔

موسم جو مہم جوؤں کو اکثر دھوکے میں رکھتا ہے 16 مئی کو بالکل صاف اور شفاف ہو گیا تھا۔ نذیر کہتے ہیں کہ میں خوش ہو گیا کہ کچھ دنوں کے لئے موسم بہت صاف ستھرا اور پرسکون ہو گیا تھا لہٰذا میں آسانی کے ساتھ ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ یہ نہایت ہی طرب انگیز اور خوشگوار لمحہ تھا۔ پورا چاند ہلکے بادلوں میں آنکھ مچولی کا کھیل، کھیل رہا تھا۔ میں نے پاکستان کا جھنڈا دنیا کی بلند ترین چوٹی 8848 میٹر 29028 فیٹ پر گاڑ کر خدا کا شکر ادا کیا جس نے مجھے یہ توفیق دی۔

نذیر صابر کے ساتھ بینجمن ویبسٹر کینیڈا کا ایک فوٹوگرافر اور 4 نیپالی شرپا (مزدور) بھی تھے۔ 17 مئی 2000ء بروز بدھ صبح ساڑھے آٹھ بجے پاکستانی وقت کے مطابق یہ سب ایورسٹ کی چوٹی پر پہنچ چکے تھے۔

ایورسٹ کو تبتی زبان میں ''چومولنگما'' یعنی ''دنیا کی ماں'' نیپالی زبان میں ''ساگر ماتھا'' یعنی ''آسمان کا سر'' کہتے ہیں۔



روزنامہ الفضل رجسٹرڈ نمبر سی پی ایل 29